# قتلِ ہنر

بات کچھ دن کی ہے، موسم تو بدل جانے دے،
تیری آنکھوں کے لیے خواب نئے لاؤں گا

## فیض الحسن خیال

لندن اردو کی ایک یادگار تصویر
دائیں سے بائیں مسز صباح الدین، بیرسٹر فیض الحسن خیال، سلیمان اریب
علی سردار جعفری، خواجہ احمد عباس، رئیس اختر اور علاء الدین نوید دیکھے جا سکتے ہیں۔
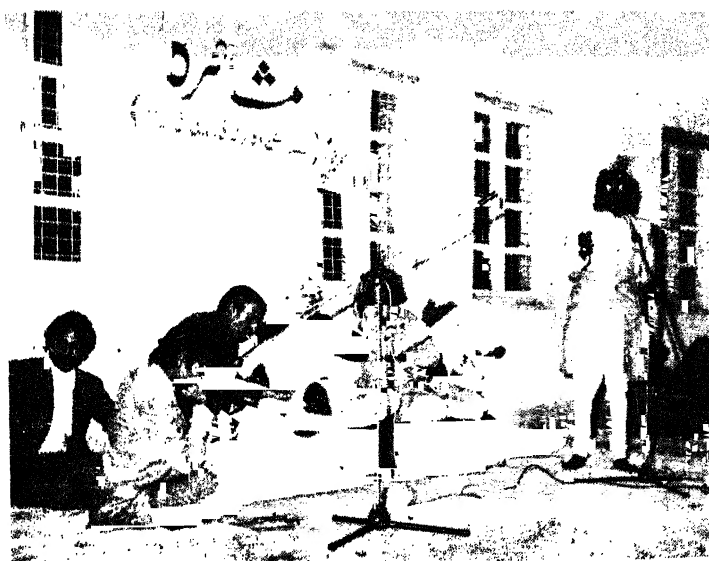
جناب فیض الحسن خیال غزل سناتے ہوئے داد تحسین حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت سعید شہیدی
[illegible] نوید اور عزیز بھارتی دیکھے جا سکتے ہیں۔

سنہ اشاعت:- پریل -۹۹۵

ب ر ور:- یک ہزار

کت بت:- سرمد خوشنویس / سدرہ یبزر گر فکس، مہدی پٹنم، حیدر آب د، ے پی

قیمت:- دوسو روپے

ن شر:- د رہ تجدید دب ردو حیدر آب د

ملنے کا پتہ:-

سٹوڈنٹس بک ہ وز چ ر مین ر، حسینی بکڈپو مچھلی کم ن، حیدر آب د

یا

نیز بمکان مصنف:-

مکان نمبر- / ۱۰-۴-۳۰۱، موتی گلی، حیدر آب د ۵۰۰۰۰۱

فون نمبر ۲۲ ۸۲ ۲۱

بیرون ممالک: ۸ ڈالر مع ڈاک خرچ

یا

۵ پونڈ مع ڈاک خرچ

# میں ممنون ہوں

میرے زیر نظر مجموعہ کدم "قند ہند" پر جن د نشور ور ن قدین نے پنے
مدبر نہ مضامین سے سرفراز فرمایہ ہے ن میں

○ ع یجنب ڈ کٹر ر ج بہ در گوڑ
○ ڈ کٹر مغنی تبسم، س بق صدر شعبہ ردو، ج معہ عثم نیہ
○ پروفیسر یوسف سرمت، شعبہ ردو، ج معہ عثم نیہ
○ ڈ کٹر رحمت یوسف زی، ریڈر شعبہ ردو، یونیورسٹی ٓف حیدر ٓب د
○ ڈ کٹر محمد نور مدین، صدر شعبہ ردو، یونیورسٹی ٓف حیدر ٓب د
○ محترمہ تبسم ٓر بیگم، یم ے ج معہ عثم نیہ

ور نگریزی مضامین کیلئے

○ ع یجنب پروفیسر پی وی ش ستری
○ ڈ کٹر ص دق نقوی ریڈر، شعبہ ت ریخ، ج معہ عثم نیہ
(دکن کے یک ممت ز ش عر ور مورخ ہیں)

ہندی ور تلگو مضامین کے لئے

○ ع یجنب پروفیسر موہن سنگھ صدر، شعبہ ہندی ج معہ عثم نیہ
○ پروفیسر گوپ ل، صدر شعبہ تلگو ج معہ عثم نیہ

ش مل ہیں ور ن تم م د نشور ور ن قدین سے ظہ ر ممنونیت کے س تھ
س تھ یہ بھی پن خوشگو ر فریضہ سمجھت ہوں کہ ع یجنب نجم غزی فری ن

جرنسٹ ا سے بھی در ظہار ممنونیت کروں کہ نہوں میری خواہش پر پیش
لفظ لکھنے کی زحمت فرمائی - ور س حقیقت کا ظہار بھی بے محل نہ ہوگا
کہ آج سے ا سال قبل عجیب جمالی خزی کی تحریک پر مجھے شعری
مجموعے کی شاعت کا خیال پیدا ہوا تھا -

ورآج حمد للہ کہ تقریباً ا برس کی جانفشانی ور مختلف کٹھن مراحل
سے ثابت قدمی کے ساتھ گذرنے کے بعد یہ کام بحسن خوبی تکمیل پایا - ورآج
میں پنی پوری عاجزی ور نکساری کے ساتھ یہ کہنے کے موقف میں ہوں کہ
حمد للہ میں نے یہ کارنامہ کر دکھایا -

دعا

فیض حسن خیال

# تشکر

میرے زیرِ نظر مجموعۂ کلام "قندِ ہند" کے تراجم کے لیے میں حسبِ ذیل اصحاب کا تہہ دل سے ممنون ہوں، جن کی ادب دوستی، رواداری اور علمی صلاحیت کے سبب اس کام کی تکمیل ممکن ہو سکی۔

تلگو ترجمہ —— جناب خواجہ معین الدین صاحب، لٹریری اسسٹنٹ

انگریزی ترجمہ —— پروفیسر ڈی۔ وی شاستری

ہندی ترجمہ —— ہندی رسم الخط میں جناب عزیز حسن صاحب نے جو حیدرآباد کے ایک شاعر ہیں اور جو عزیز بھارتی کے نام سے مشہور ہیں، منتقل کیا ہے۔ اور یہ بھی میں اپنا خوشگوار فریضہ سمجھتا ہوں کہ جناب سلام خوشنویس جو شعر و ادب کا سنجیدہ ذوق رکھتے ہیں اور قدیم میں ہندوپاک کے ممتاز اساتذہ میں شمار کیے جاتے ہیں، نے میرے مجموعہ کلام کی خوشنویسی

جو غزل آپ کی
پسندِ خاطر ہو، — اُسی کو
پہلی غزل
شمار کر لیجیے۔

# خیالؔ کی قوّتِ اختراع

جناب فیض الحسن خیالؔ — حیدرآباد کے ایک ممتاز شاعر ہیں۔ وہ نظم نگار بھی ہیں اور غزل گو بھی — ان کی فن کاری کے جوہر غزل میں زیادہ نمایاں ہوئے ہیں۔ غزل میں انھوں نے اس اسلوب کو اپنایا ہے، جسے فیضؔ اور مجروحؔ کے زیرِ اثر حیدرآباد میں شاہد صدیقی نے فروغ دیا تھا، جس میں کلاسیکی غزل کے استعاروں، عصرِ حاضر کے سیاسی، سماجی مسائل کی ترجمانی کا کام لیا جاتا ہے۔ فیض الحسن خیالؔ نے اپنی قوتِ اختراع سے ان استعاروں کو نئے تلازمے بخشے ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں انسان دوستی کے جذبات کو موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ نعت گوئی اور منقبت نگاری میں انھوں نے اپنا ایک خاص رنگ اختراع کیا ہے۔ رسمی مضامین سے گریز کرتے ہوئے انھوں نے ان اصناف کو اپنی قلبی واردات اور جذبات سے مملو کیا ہے جس کی وجہ سے ان میں خاص تاثیر پیدا ہوگئی ہے۔

خیالؔ صاحب کے اس مجموعۂ کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اصل اردو متن کے ساتھ انگریزی، ہندی اور تلگو ترجمے بھی شامل ہیں۔ شاید یہ پہلا موقع ہے کہ کسی شاعر کا کلام بیک وقت چار زبانوں میں ایک ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

مجھے امید ہے کہ ادب دوست حلقوں میں "قندِ ہند" کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

پروفیسر مغنی تبسّم

۷/اپریل ۱۹۹۵ء حیدرآباد

تم نے میخانے کے چہرے پہ بھی کھینچی ہے لکیر
ہم نے صحرا بھی سجانے کی قسم کھائی ہے!

یہ شعر فیض الحسن خیال کے جذباتی مرکز کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ انسانیت کے دشمنوں نے میخانہ کے چہرہ پر بھی "لکیر" کھینچ دی ہے۔ لیکن فیض الحسن خیال کے حوصلے دیکھئے کہ اُس نے صحرا کو بھی سجانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ بس "صحرا کو بھی سجانے" کی اسی ہمّت نے خیال کے شعر کو نیا پن عطا کیا ہے۔

غزل ایک بڑی حدّ تک قدیم اور انتہائی مقبول صنفِ شاعری ہے۔ جو نہ جانے کتنے سیکڑوں برسوں سے کہی جاتی رہی ہے۔ شروع ایران میں ہوئی لیکن اب اس خطّہ کی ہر زبان میں کہی جانے لگی ہے۔ وہ زمانہ ختم ہو گیا جب غزل محض معشوق سے بات کرنے، اس کی بے اعتنائی کا شکوہ کرنے اور رقیب کے خلاف جلے پھپھولے پھوڑنے کے لیے ہی کہی جاتی تھی۔ ایک وہ زمانہ تھا جب غزل کی تنگ دامانی کی شکایت کی جاتی تھی اور تحریکِ آزادی کے دَور میں بالخصوص اس سے پہلے نشاۃ الثانیہ کے دَور میں جب اصلاحی اور انقلابی شاعری کی ضرورت ہوئی تو نظم کا بول بالا تھا۔

ترقی پسندی کے دَور میں غزل کو نیا موڑ دیا گیا، اب داستانِ دل ہی نہیں، داستانِ حیات بلکہ جہدِ حیات کے رموز بھی غزل میں بیان ہونے لگے۔ غزل نے اپنا دامن پھیلایا اور انسانیت کے سارے ارمانوں اور ناآسودگیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔

بس یہی "نیا پن" ہے، جس نے غزل کو اور بھی مقبول بنا دیا، اس کی اپنی جمالیات تھی ہی، اب نئے موڑ دینے سے نئے ابعاد کیے اور وہ اور بھی نکھر آئی۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ نئے حالات پیدا ہوتے ہیں، نئے دور کے نئے تقاضے ہوتے ہیں اور یہی وہ عوامل ہیں جو نئے الفاظ اور اسلوب ہی نہیں پیدا کرتے بلکہ پرانے الفاظ کو نیا مفہوم عطا کرتے ہیں، لفظ علامت بن جاتا ہے۔ اور علامت کے متعدد پہلو نکل آتے ہیں۔ یہ سب نئے پہلو اور نئے مطالب زندگی اور زندگی کی کشمکش کے آفریدہ ہوتے ہیں۔

یہ سوچ میں ہوں کہ کس نام سے پکاروں تجھے!
نظر میں پھول ہے، ہاتھوں میں تیرے پتھر ہے

یہ غزل کا ایک شعر ہے۔ قاری اپنے تجربے اور شاید اپنے وقتیہ موڈ کی بنا پر اس کا مطلب نکال لے گا، یہ محض معشوق کے دوہرے کردار کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے، ایسا دوست بھی ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ میں اب "پتھر" آ گیا ہے۔ یہ دنیا شہر ہو سکتا ہے، حاکمِ وقت ہو سکتا ہے، جہاں مصلحت کچھ کہتی ہے اور نیّت کچھ کرتی ہے۔ پھول اگر مصلحت ہے تو پتھر نیّت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہ نئی منزل کی دین ہے اور فیض الحسن خیال نے اس پر توجہ [illegible] ہے۔

"قندِ ہند" فیض الحسن خیال کا چوتھا شعری مجموعہ ہے۔ لگتا ہے خیال اپنے ہر مجموعہ کے لیے ایک (۲) سالہ پیمانہ رکھتے ہیں۔ [illegible]ء میں پہلا مجموعہ "موجِ صبا" شائع کیا تھا۔ [illegible]ء میں "صبح کا سورج" شائع ہوا۔ [illegible]ء میں "کانچ کا شہر" چھپا اور اب [illegible]ء میں خیال اپنا چوتھا مجموعہ "قندِ ہند" لے کر اپنے قارئین کے سامنے آئے ہیں۔

اس مجموعہ میں ۲ نعتیں، ایک منقبت، ۸۸ غزلیں اور ۲ نظمیں ہیں۔

خیال بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور پڑھتے بھی خوب ہیں۔ حیدرآباد میں آزادی کے بعد شاعروں کی جو نئی کھیپ سامنے آئی ہے، اس میں فیض الحسن خیال ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

[illegible]ء اور [illegible]ء میں ملک جس کرب ناک دور سے گزر رہا ہے، یہی کرب اس مجموعہ کی

اکثر و بیشتر غزلوں کی تہ میں محسوس ہوتا ہے۔

ہر حرف آگ کا صوف سا ہے جہاں تک پہنچے
دیکھئے شہر کے رہتے ہیں کہاں تک پہنچے

۶ سرخرو کون ہے اس دور میں قاتل کے سوا

اس مصرع پر غور کیجئے۔ قاتل کے ہاتھ سرخ ہوتے ہیں اور خون میں تو مقتول لتھڑا ہوتا ہے، لیکن یہ عجیب دور ہم پر مسلّط ہے۔ قاتل کو اب ایک معتبری حاصل ہو گئی ہے، وہ سماج میں "سرخرو" ہو گیا ہے، یہ تغیّر کس قدر اذیّت ناک ہے؟ سماج کے زوال اور انسان کی پستی کی طرف کتنا بلیغ اشارہ ہے!

اس دور میں انسان کی بے بسی دیکھئے:

چارہ گر بھی وہی، قاتل وہی، حاکم بھی وہی
کیسے فریاد مری نوکِ زباں تک پہنچے

جب چارہ گر و قاتل و حاکم ایک ہی فرد ہو تو کس سے فریاد کی جائے؟

اس شعر پر غور کیجئے:

دوستو! اپنے مکانوں سے نکل کر دیکھو
جس کے آنگن میں چراغاں ہے، پریشاں ہے بہت

چراغاں تو اندھیروں کے بعد بڑی ہی خوش آئند ہوتا ہے، لیکن یہ کیسا چراغاں ہے؟ کیسا گھر جل رہا ہے؟ اور ان ہی شعلوں کی روشنی آنگن میں چراغاں کر رہی ہے؟ کہیں یہ ان شعلوں کا چراغاں تو نہیں جو پڑوس کا گھر جلنے سے اٹھ رہا ہے؟ یا پھر ایسا تو نہیں کہ پڑوس کے گھر کو جلانے کے بدلے کسی نے اپنے ہی گھر کو آگ لگا دی؟ غرض پریشان بہت ہے۔ اب یہ شعر دیکھئے:

نام لے کر کبھی مندر کا، کبھی مسجد کا
مشغلہ ڈھونڈ رہے ہیں ستم آرائی کا

اس موضوع کو اپنے دامن میں لیے ہوئے خیال کی غزلوں میں متعدد شعر ملیں گے۔

ہر طرف آگ کا طوفان ہے جہاں تک پہنچے
دیکھئے شہر کے حالات کہاں تک پہنچے
صبح دم جس کی شعاعوں میں تھا پیغامِ حیات
دوپہر کو اسی سورج نے جلایا ہے مجھے

لیکن شاعر مایوس نہیں ہے، امید کی خوشی ہی اسے جینے کا حوصلہ دیتی ہے ؎

نفرتوں کا جو ہے موسم وہ بدل جائے گا
وقت اب آگیا قاتل تری پسپائی کا

زمانے کی ستم ظریفی دیکھئے ؎

ہوا کو قتل کرنے کی ہے سازش
سمندر پر بھی جو پیاسا کھڑا ہے

اور ملک میں ایسے بھی طبقات ہیں، جن کے دم سے یہ میخانہ آباد ہے۔ مزدوروں کی محنت، کسانوں کا عزم و استقلال اور اقلیتوں سمیت ہمارے سبھی عوام کی جدوجہد نے اس ملک کو بنایا، سجایا، آج وہی محروم ہیں، انہی کے ساتھ انصاف نہیں۔ لیکن مصلحت دیکھئے، انہیں بڑے ہی خوبصورت نام دیئے ہیں ؎

جس کو مٹی بھی میسر نہیں میخانے کی
اس کو پھر کس لیے مئے خوار یہاں کہتے ہیں

اور پھر ہم ہیں کہ ہر کس و ناکس کے پیچھے چل پڑتے ہیں ؎

ایک دو جام کی توفیق نہیں ہوتی جسے
ایسے ہر شخص کو ہم پیرِ مغاں کہتے ہیں

پھر یہ شعر ؎

جتنے قد آور تھے وہ بونوں کی صف میں آگئے
گونگے لوگوں کی ہے کیسی حکمرانی دیکھئے

اور یہ شعر

آج مے خانے میں ہر سمت سے پتھر آئے
کس کو فرزانہ کہا، کس کو دوانہ کہیے

"زندگی کی آزمائش ہے" وہ کہاں جائے گی؟

صلیبوں پر بنے گی یہ چمن میں
یہی تو زندگی سے پوچھنا ہے

ان اشعار پر غور فرمائیے ؎

رند سارے محفل میں خالی جام بیٹھے ہیں
شہر میں خیالِ آب کے تشنگی کا موسم ہے

بجھ گئے ہوا میں، لیکن شہر تیرا روشن ہے
بے چراغ محفل کی آبرو مرا غم ہے

تب پرندوں کی اڑانوں کا ہمیں آیا خیال
جب پرندے اڑ گئے گلشن کے سارے دیکھیے

نئی بہار نئے پیرہن قدم جماتے ہی
چمن میں پیرہنِ گل کو تار تار کیے

کام آیا ہے چراغوں کی طرح جلنا جو
ہم سے نانوس ہو جاتا ہے پروانہ کیوں

میں قارئین کی توجہ خاص طور پر اس شعر کی طرف مبذول کروانا چاہوں گا ؎

شعورِ ہر خرد کے حدود دیر و حرم
صلیب و دار رسم مت دیوانہ پن کے لیے

یہاں علامہ یہ خیال، فکرِ اقبال سے اخذ کرتے ہیں۔ اقبال نے عقل و عشق کی آویزش پر بہت کہا ہے اور ترجیح عشق کو دی ہے۔ عشق تو آتشِ نمرود میں دیوانہ وار کود پڑا، لیکن عقل محوِ تماشا

ر

ہی رہی۔ خیآں بھی یہی کہتے ہیں۔ ہں خرد کے شعور نے نہیں دیر وحرم میں محصور رکھ ورعشق کے
دیو نے پن نے ُسے صنیبوں ں رہ دکھ ئی۔

دکن سے خیآں کو و ہ نہ محبت بھی ہے ورشاید ُردو کے نتے ودیآ گنگ وجمن کے
م تے سے بھی ہے

چلے تو صبح بن رس ُرکے توش م ودھ
بس س کے بعد ں ہر ر د دکن کے لیے

دکن سے بے پن ہ عقیدت نے وہ کو س ں محبوب رت سے محروم کردی۔
لیکن س شعر کے مط بق خیآں کے خی ل ں ہر ر د دکن کے دل خوش کن ُحول سے عبارت ہے۔

راج بہادر گوڑ

حیدرآبد
۳ پریل ۵۵ ء

راج بہادر گوڑ

# خیالؔ اور ”قندِ ہند“

فیض الحسن خیالؔ کا شمار ہندوستان کے ان غزل گو شعرا میں کیا جا سکتا ہے، جن کے مجموعہ ہائے کلام، آزاد ہندوستان کی اُردو شاعری کے تدریجی ارتقا پر محیط ہیں۔

خیالؔ نہ صرف خوش فکر ہیں بلکہ خوش گو بھی ـــــ فنکار کے تعلق سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ جیسے جیسے اُس کی عمر میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، ویسے ویسے اس کا فن جوان ہوتا جاتا ہے اِس لحاظ سے یہ دَور گویا خیالؔ کے فن کا عُنفوانِ شباب ہے۔ ان کے فن میں جو ارتقا ہوا ہے، اسے ان کے مختلف مجموعہ ہائے کلام میں دیکھا جا سکتا ہے۔ گزشتہ ربع صدی میں ان کے تین مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ ان کا پہلا مجموعۂ کلام ”موجِ صبا“ ۱۹۵۶ء میں اشاعت پذیر ہوا ـــــ ”موجِ صبا“ پیش خیمہ ثابت ہوئی ”صوتِ آفتاب“ کی۔ اسی وجہ سے ان کا دوسرا مجموعۂ کلام ”صبح کا سورج“ کے عُنوان سے منظرِ عام پر آیا۔ سورج کی روشنی کے بغیر ”کانچ کا شہر“ کس طرح جگمگا سکتا ہے، چنانچہ ان کا تیسرا مجموعہ ”کانچ کا شہر“ کہلایا۔

زیرِ نظر مجموعہ ”قندِ ہند“ ان کا چوتھا مجموعۂ کلام ہے۔ خیالؔ بُنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ یہ دَور، قدیم اندازِ غزل گوئی کا نہیں ہے۔ کیونکہ موجودہ حالات نے ”فکرِ جمیل“ کو ”خوابِ پریشاں“ بنا دیا ہے۔ ایسے ہی حالات نے جگرؔ کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا تھا کہ ؎

فکرِ جمیل خوابِ پریشاں ہے آج کل
شاعر نہیں ہے وہ جو غزل خواں ہے آج کل

لیکن "تنگنائے غزل" کی وسعتیں بھی قیامت کی ہیں، جس میں غالب جیسے نابغہ شاعر کی وسعت بیان بھی آسانی سے سما جاتی ہے۔

حالی جو روایتی غزل گوئی سے نالاں تھے، غالب کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے سب سے پہلے شعوری طور پر تنگنائے غزل کی پنہائیوں کا اندازہ لگایا اور اسی وجہ سے یہ مشورہ دیا کہ غزل میں ہر قسم کے خیالات کو پیش کرنا چاہیے۔

موجودہ زمانے میں فکر جمیل کو "خواب پریشاں" بننے سے اسی صورت میں بچایا جا سکتا ہے کہ عصر حاضر کے درد و آگہی کو پیرایۂ غزل میں حسن کارانہ انداز میں پیش کیا جائے۔ خیال کی غزل گوئی اسی [illegible] کی مظہر ہے۔ یہاں خیال کی فکر و خیال کے شعری آئینہ پر پرکھا جائے تو بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ خیال نے اپنے عہد کے کرب و آگہی کو کس خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے ؎

قدم قدم پہ ہیں سورج کے آئینے لیکن
ترس رہا ہے زمانہ کرن کرن کے لیے
گلاب گاتا رہا کل تک یہاں جو خیال
بنے ہیں خار اُسے اپنے پیرہن کے لیے

خیال کی شاعری میں صرف محبوب کی زلفِ گرہ گیر سے اٹھکھیلیاں ہی نہیں ہیں بلکہ اپنے عصر کا عکس اپنی پوری شعوری کوشش کے ساتھ جھلکتی ہے اور اسی لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ خیال نے اپنے عصر کو اپنی شاعری میں فن کارانہ حسن کے ساتھ سمیٹ لیا ہے۔ جب ہی تو خیال کا کہنا یہ ہو جاتا ہے ؎

جس جگہ روز سلگتے ہیں حوادث کے چراغ
ایسے میخانے کو مقتل کے سوا کیا کہیے

تو خیال کے زمان و مکاں کے کرب ناک مناظر ہی نہیں بلکہ خیال کا تڑپتا دل بھی سامنے آ جاتا ہے، جو زمانے کی اس روش پر سخت [illegible] ہے اور انسانیت کے خون پر پردہ [illegible] رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس درد کا مداوا چاہتا ہے۔

وہ حق وصداقت کے خلاف ہو تو دُور بھاگتا ہے، سُننا بھی گوارہ نہیں کرتے تبھی تو اُنھوں نے اپنی داخلی حسیت کا گلا نہیں گھونٹا اور ظلمت کو نُور کہنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوئے ؎

وہ لوگ کہتے ہیں کہ قاتل کو مسیحا کہیے
کیسے ممکن ہے اندھیروں کو اُجالا کہیے

زبان یقیناً قوتِ گویائی کا واحد ذریعہ ہے۔ لیکن کبھی کبھی جب یہ خاموشی اختیار کر لیتی ہے تو دوسرے اعضائے بدن مثلاً آنکھ وغیرہ یہ کام انجام دینے لگتے ہیں، یہی خیال انہوں نے "شبِ اردو" سے جو کام لیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ ان کی خاموشی پر ہزار نطق کو قربان کیا جا سکتا ہے۔ دیکھیے گلشن اُجڑ جانے کی کیسی عبرت ناک تصویر پیش کی ہے ؎

مجھ سے کیا پوچھتے ہو دوستو، اُردو دانِ چمن
حال گلشن کا مرے شبِ اردو کہتے ہیں

کہا جاتا ہے کہ شاعری میں حسیت بہت زیادہ ہوتی ہے اور یہی حسیت اس کے داخلی کرب کی علامت بن کر اُبھرتی ہے۔ اس طرح شاعر محسوس کرتا ہے اور کہہ جاتا ہے اور یہی جذبہ مرزا شاعر کے لیے مقتلِ فکر بھی ہے اور آبِ حیات بھی۔

فکرِ خیال نے ایک اور موقع پر کتنی کرارا حقیقت کو بے نقاب کیا ہے ؎

اُپنے خون کا انصاف کس سے چاہتا ہے
مسیحِ وقت تو قاتل کے گھر میں بیٹھا ہے

خیال نے اپنے کلام میں نہ صرف اپنے عصر کی عکاسی کی ہے بلکہ قومی جہد بھی کیا ہے۔ چنانچہ ان کا یہ شعر ؎

نام سے کبھی مندر، کبھی مسجد کا لوگ
مشغلہ ڈھونڈ رہے ہیں ستم آرائی کا

خیال کے کلام میں شکوہ ان کی نیرنگیِ خیال کا مظہر ہے جو انہیں ہندوستان کے صفِ اول کے شعراء کے مقابل کھڑا کر دیتا ہے۔ ایک جگہ یہی خیال یوں بھی کہہ گئے ہیں ؎

دیا جس نے زمانے بھر کو دھوکا
بھلا اُس کا زمانے میں ہُوا ہے

ایک اور مقام پر ان کا مشاہدہ انھیں تڑپا کر رکھ دیتا ہے اور وہ چیخ اُٹھتے ہیں ؎

آئینوں کے شہروں میں پتھروں کا موسم ہے — ہر گلی میں بستی کے قاتلوں کا پرچم ہے

کہاں کوئی کہ گھُٹ کے راہ میں سانس رُکنے لگی — نہ جانے قافلۂ گُل کہاں پہ ٹھہرا ہے

نظر ہے سب کی تبسم تو آج چہروں پر — گزر رہی ہے جو ہم پر یہ کس نے دیکھا ہے

مذکورہ اشعار خیال کے مُتنوّع کلام کا صرف ایک رُخ ہے، ایک پہلو ہے، ایک جھلک ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ ”قندِ ہند“ خیال کی بے پناہ ریاضت، وُسعتِ نظر اور فنی کمال کی اس طرح عکاسی کرتا ہے کہ کسی طرح کی بھی حرف گیری مشکل دکھائی دیتی ہے۔ ایک اور خاص بات یہ ہے کہ ان کا یہ مجموعۂ کلام بیک وقت و بیک جلد چار زبانوں میں بہت اچھے اور دلکش انداز میں منظرِ عام پر آرہا ہے۔ اس طرح کا شعری مجموعہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دورِ افتراق میں جبکہ زبان، رنگ، نسل، علاقہ اور مذہب کے جھگڑے عام ہیں! خیال کی ایسی شعوری کوشش ہے جو کثرت میں وحدت کے نظریہ کو عام کرنا چاہتی ہے اور [illegible] کی خلیج کو پاٹ کر پیار و محبت، ایثار و ہمدردی، اتفاق و اتحاد اور قومی یکجہتی کے جذبات کو عام کرنا چاہتی ہے تاکہ سسکتی انسانیت پھر سے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرے اور دیش ہند پھر وہ چمن زار بن جائے جس میں گوناگوں رنگ و بُو کے پھول کھلتے ہیں، خوشبو مہکتی رہے، فضا پیار و محبت کا گہوارہ بن جائے۔ اُمید ہے کہ دوسرے شعراء کے لیے بھی یہ کوشش مشعلِ راہ ہوگا۔ مجھے اُمید ہے کہ خیال کے شعر آئندہ بھی ——— ”آئینہ بن کے زمانے پہ نظر رکھیں گے“

یوسف سرمست
صدر شعبۂ اُردو عثمانیہ یونیورسٹی

”کنعان“
روڈ نمبر ، بنجارہ ہلز، حیدرآباد

# غزل ، ر شعر

فیض حسن خیاں شہر حیدر آباد کے یک خوش فکر و پختہ مشق سخنور ہیں ۔ ن کا تخلیقی سفر موج صبا کے دوش پر شروع ہو ۔ وقت ور حالات کے سنگلاخ و دیو ، برفپوش کہساروں گنگناتے آبشاروں ور جاں بخش سبزہ زاروں سے گزرتا ہو ن کا فن صبح کا سورج بن کر افق ادب پر طلوع ہو ۔ س کے بعد ن کے ندر چھپے ہوئے فنکار نے پنی آتش نفسی سے ریزہ ریزہ فکر و خیال کو سخن کے سانچے میں پگھلا کر کانچ کا شہر آباد کیا ۔ ب وہ پوری رعنائیت کے ساتھ "قند ہند" کا خوان سجائے محفل سخن میں آئے ہیں ۔ موج صبا سے قند ہند تک خیال کا ذہنی و فکری ارتقاء لطافت روشنی ، نزاکت ور شیرینی سے عبارت ہے ۔

خیال کے ہاں شاعری محض روایت سے نسبت ور فسانوی مشاہدات کا ابلاغ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ کتاب دل کی تفسیر ور صحیفۂ روح کی ترجمانی ہے ۔

سمجھ کے سوچ کے پڑھنا خیال دل کی کتاب
یہ شاعری ہے فسانوں کی یہ کتاب نہیں

جس کی شادابی تمہ گل بھی ہے گلزار بھی ہے
س کا فن دوستو شعلہ بھی ہے تلوار بھی ہے

قبال نے شاعر و سماج کا تعلق کہا ہے جو تعلق دردمند ہوتی ہے کہ جسم میں خواہ کہیں تکلیف ہو فوراً شکایت ہو جاتی ہے ۔ آنکھ کیا غم س کا پتہ نہیں بلکہ سارے بدن کا غم س کا پتہ ہے ۔ یعنی یک حساس ور بیدار یک بین شاعر کا غم ذات ور نفرادی جذبات کی سطح سے اونچا ور رفیع ہوتا ہے ۔ زمانے کا سارا کرب ور وقت کا سارا غم و اندوہ سکی شاعری میں سمٹ آتا ہے ۔ ہیٹ نے جب یہ کہا تھا کہ شاعری جذبات کے ظہار کا نہیں بلکہ جذبات سے فرار کا نام ہے تو س کا عندیہ یہی تھا کہ

شاعری فرد واحد کی نہیں بلکہ اپنے وقت کی آواز بن جائے۔ وہ صرف فرد واحد کے جذبات کا آئینہ نہ ہو بلکہ اس میں روح عصر کی دھڑکنیں سنائی دیں۔ پیش نظر مجموعے کی ایک خاص خوبی یہی ہے کہ اس کے خالق نے اپنے فن کو ذاتی غم و الم کی آلائش سے آلودہ نہیں کیا ہے بلکہ اپنے دور کے اجتماعی مسائل کے ابلاغ کا وسیلہ بنایا ہے۔ اس میں محرومی ذات اور غم جاناں کا ذکر آیا بھی ہے تو نہایت سلیقے اور تعمیم کے ساتھ زمانے کی نبض کے تاروں کو اپنے ساز دل سے ہم آہنگ کرنا یا شائستگی دل کی صدا کو ساز عصر کے لئے بنانا شاعری نہیں ساحری ہے۔ اور خیال اس راز سے خوب آشنا ہیں۔

خیال آزادی کے بعد کے دور سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان کے کلام میں ان تمام مسائل و مصائب اور نشیب و فراز کا حوالہ ملتا ہے جس سے ملک کا ایک مخصوص طبقہ مسلسل دوچار رہا ہے۔ محرومی، پسماندگی اور پستی و نکبت کا شکار اس انسانی گروہ کے ساتھ دوہرا المیہ یہ ہے کہ یہی کبھی چمن کی تقدیر کو سنوارنے اور رونق گلستاں کو نکھارنے والا تھا۔ اس نے اپنے خون دل سے اس چمن کی ایک ایک کیاری سینچی تھی لیکن گردش وقت نے بہار کی رعنائیوں پر سے اس کا استحقاق چھین لیا۔ یہ دیکھ کر فنکار کی حساس طبیعت رو اٹھتی ہے اور وہ بہار چمن رات اور شبستانوں کے ستمگروں کی روایتی زمین میں فکر و خیال کی تازگی اور نئی معنویت کے گلہائے نو اس طرح مہکاتا ہے۔

نئی بہار نے پھر قدم جماتے ہیں
چمن میں پیرہن گل کو تار تار کیا
ہزاروں پھول کھلائے تھے جس نے گلشن میں
وہ آج اک کلی کے تبسم کو اب ترستا ہے

گلاب گئے تو رہی کیا تمنا یہاں جو خیال
ہے ہیں خود اسے اپنے پیرہن کے لئے

اردو صنف سخن میں غزل بڑی سخت جان واقع ہوئی ہے یہ کبھی مورد الزام رہی اور کبھی مورد الزام۔ بعضوں نے اسے لائق گردن زدنی ٹھہرایا تو بعضوں نے آبروئے تہذیب قرار دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس میں اتنی وسعت اور لچک موجود ہے کہ وہ ہر عہد کے تقاضوں اور ہر نسل کے تخلیقی مزاج اور ہر دور کی خوشبو کے ساتھ قدم بہ قدم چل سکتی ہے۔ روایتی غزل گل و بلبل کے تذکروں اور لب و رخسار کی گفتگو سے عبارت رہی لیکن قدیم دور کے اساتذہ نے اسے تصوف، تفلسف اور تغزل سے بھی ... کیا اور تشنگی ئے غزل میں کمال معنی آفرینی کے ذریعہ ایک جہان معنی کی تخلیق کی۔ پیش نظر مجموعہ کی غزلوں کے فکری و فنی دھارے روایتی شاعری کے سرچشمے سے جا ملتے ہیں لیکن روایت کی پاسداری کے ساتھ شاعر نے زبان و بیان کے کہنہ و فرسودہ سانچوں اور پامال موضوعات سے گریز کیا ہے۔ اور آج کے انسان کو درپیش مسائل اور عصر حاضر کی زندگی کی پیچیدگیوں کو ظاہر کرنے کے نئے سانچوں میں ڈھالا ہے جس کی وجہ سے ان غزلوں کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک نئی قسم کی فرحت، تازگی اور خوشگواری کا احساس ہوتا ہے۔ مشتے ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

پرندے بھول گئے اپنی شام کی پرواز
تمہاری جلوہ گری کا عجیب منظر ہے

قدم قدم پہ ہیں سورج کے آئینے لیکن
ترس رہا ہے زمانہ کرن کرن کے لئے

کیا نظام چمن ہی ... ہے یارو
پھول سے چہرے بھی اب جور خزاں تک پہنچے

مظلومیت اور بے بسی کی شدت اور ظلم و بربریت کی انتہا دیکھئے کہ مسیحا وقت کی قاتل سے ساز باز ہے اور قاتل ہی مسند اقتدار پر فائز ہے کسے وہ کریں کس سے منصفی چاہیں۔

تو اپنے خون کا انصاف کس سے چاہتا ہے
مسیحا وقت تو قاتل کے گھر میں بیٹھا ہے
چارہ گر بھی وہی قاتل وہی حاکم بھی وہی
کیسے فریاد مری نوک زباں تک پہنچے

زمانہ ہزار مخالف ہو مشکلات و شدائد کے طوفان کیوں نہ اٹھ رہے ہوں لیکن عزم و ثبات کا یہ عالم ہے کہ آشیانے کو بہر حال بچا رکھا ہے کیونکہ یہ نہ صرف وجود کی بقاء کا ذریعہ ہے بلکہ شناخت کا وسیلہ بھی ہے

کتنی آندھیاں آئیں کتنے مرحلے آئے
دیکھئے سلامت ہے اب بھی آشیاں اپنا
ہم شہ دوراں کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں دوستو
پھر بھی لب پر ہے ہمارے شادمانی دیکھئے

اپنے وطن کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے اور سرزمین دکن تو بہر حال تمام علاقہ ہند میں ایک امتیاز رکھتی ہے یہاں کی تہذیب تاریخ محبت اور عظمت اپنا جواب نہیں رکھتی ہے۔

اچھے تو صبح بنارس رکھے تو شام اودھ
بس گیا کے بعد کی ہر کس دکن کے لئے

غزل کی روایتی موضوعات کو حسن کی تازگی دینے کے علاوہ خیال نے بالکل

جدید لب و لہجے کے شعر بھی ملتے ہیں۔ ان شعروں میں عصری حسیت بھی پائی جاتی ہے۔ مسائل کا ادراک بھی ہے لیکن جدیدیت کا استعمال بے راہ روی، ژولیدگی اور علامتوں کی تجرید نہیں ہے بلکہ آج کے انسان کے تجربات کو تخلیقی ہنرمندی کے ساتھ نئی لیکن واضح علامتوں اور شگفتہ اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔

ریگزاروں کا سفر تھا مری تنہائی کا
کوئی پودا بھی نہ تھا راہ میں شناسائی کا
صرف خوشبو تری آواز کی رخشندہ تھی
اک سمندر تھا ترے حسن کی رعنائی کا

لرزتے ان کے بال و پر ہیں روشنی ان کی اڑان
کتنی پیاری ہے پرندوں کی کہانی دیکھئے

تو موسموں کی طرح ہر نظر میں رہتا ہے
ترا وجود لباسِ سحر میں رہتا ہے

اڑان جتنی ہو اتنا ہی لرزتا رہتا ہے
ہوا بار اوپر جو سمت تو کچھ ملا نہیں

اس خوبصورت مجموعے کی اشاعت پر میں ممتاز شاعر جناب فیض حسن خیال کو دلی تہنیت پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد نورالدین
صدر شعبۂ اردو یونیورسٹی آف حیدرآباد

तु सदरे मम्लूकत है, मो ,ब्बत का,
प्यार का
तु आईना है आ ्ना, उलफत का, प्यार
का
तू ेतबारे वफ । है, हर ेतबार से
तेरा पयाम ोगा, सद -खत का,
प्यार का

# "قندِ ہند" ۔ ایک ہمہ سمتی سفر

از۔ ڈاکٹر رحمت یوسف زئی
ریڈر شعبہ اردو یونیورسٹی آف حیدرآباد

عرصہ ہوا، پٹنہ کالج میں تقریر کرتے ہوئے آل احمد سرور نے اردو ادب کو تہی مایہ کہا تھا۔ لیکن یہ اس وقت کی بات تھی جب آتش جوان بلکہ نوجوان تھا۔ اردو ادب نہ آزادی سے قبل تہی مایہ تھا نہ اس کے بعد تہی مایہ رہا۔ بلکہ پچھلی نصف صدی میں تو اردو کے سرمایہ میں کافی گراں قدر اضافے ہوئے ہیں۔ لہجے بدلے ہیں، شعر کے اسالیب بدلے ہیں اور صنف کے اعتبار سے بھی کئی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں مگر ایک چیز جو ابتدائی دور سے آج تک اردو ادب پر حاوی ہے وہ ہے غزل، جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔

غزل کی اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے عصر کی ترجمان ہوتی ہے۔ اس صنف میں اپنے عہد سے تال میل کی بے پناہ صلاحیت ہے۔ اسی لئے چندر بھان برہمن سے لیکر اس عہد تک غزل یکساں طور پر مقبول رہی ہے۔ زمانے نے [illegible] بدل ڈالے تیوروں میں تیکھاپن پیدا کیا اور کہیں کھردرے پن کی حد تک داخل ہو گیا کہ غزل کی لطافت بظاہر متاثر ہوئی۔ لیکن اس کھردرے پن میں بھی اگر خونِ جگر اور جذب دروں کی آمیزش ہوئی تو وہاں ایک کیفیت ابھری۔ رومانیت پسندی سے ترقی پسندی تک اور ترقی پسندی سے جدیدیت، وجودیت وغیرہ وغیرہ تک اردو شاعری نے جو سفر طے کیا اس کا جائزہ لیا جائے تو یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ روایت اور جدت کے امتزاج سے جو تخلیقات وجود میں آئیں ان کا نکھار کچھ اور ہی رہا۔ شاعر کا مسلک چاہے

کچھ ہو، جذبہ کی شدت ہو تو حسیت کا سمندر موجزن نظر آتا ہے۔ ایسے شاعر جنہوں نے روایت پسندی کے باوجود جدت کو شعار بنایا، ان کے ہاں عصری آگہی کا کرب بھی کروٹیں لیتا نظر آتا ہے۔ جدید شعر میں فیض حسن خیال کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔

فیض حسن خیال کوئی چالیس برس سے شعر کہہ رہے ہیں۔ ان کے اب تک تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ پہلا مجموعہ "موج صبا" ۵ء میں دوسرا مجموعہ ۷۷ء میں اور تیسرا مجموعہ "کانچ کا شہر" ۷۷ء میں شائع ہوا۔ زیر نظر مجموعہ فیض حسن خیال کا چوتھا مجموعہ ہے لیکن اس کی حیثیت بالکل مختلف ہے کیونکہ اس میں فیض حسن خیال کی اردو شاعری کے ساتھ ساتھ انگریزی ترجمہ اور ہندی میں ترجمہ بھی شامل ہے اور اس طرح فیض حسن خیال نے ایک نئی روایت کی بنیاد ڈالی ہے۔ ویسے تو اکثر شعرا کے کلام کے ترجمے دوسری زبانوں میں شائع ہوتے رہے ہیں لیکن بیک وقت تین زبانوں میں ترجمہ اصل کلام کے ساتھ شائع کرنے کی یہ بالکل پہلی مثال ہے اور اگر کوئی ہے تو میری نظر سے نہیں گذری۔

فیض حسن خیال نے چالیس سال قبل سے شعر کہنے شروع کئے تھے اور تب سے اب تک کئی نقادوں نے ان کے کلام پر اظہار رائے کیا ہے اور سب نے ایک بات ضرور کہی ہے کہ خیال کے ہاں خلوص کی ایسی گرمی ہے جو تجربہ کی آنچ میں جلنے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ خیال نے زندگی کے تجربات سے جو کچھ حاصل کیا اور محسوس کیا اس کو شعر کے سانچے میں ڈھال دیا۔ فیض حسن خیال نے انسان کی بے بضاعتی کو بھی محسوس کیا ہے اور انہیں انسان کی خلاقانہ صلاحیتوں کا بھی ادراک ہے۔ زندگی کی اخلاقی قدریں ان کی شاعری کا محور ہیں۔ سماج میں جب بھی ان قدروں سے صرف نظر کیا گیا تو ایسے گھاؤ پیدا ہوئے جن سے زندگی کا مواد رسنے لگا۔ خیال نے مختلف اصناف میں سخن آرائی کی ہے لیکن ان کے کلام کا غالب عنصر غزل ہے۔ انہوں نے نئے جذبات

اور رنگینیت کو غزل کے سانچے میں ڈھال کر شاعری کو فکر اور حسن سے مربوط کر دیا ہے۔

غزل کے علاوہ خیال نے حمد، نعت اور منقبت بھی کہی ہے "تمنائے ہند" میں یہ سبھی چیزیں موجود ہیں۔ لیکن بنیادی حیثیت غزل کو حاصل ہے۔ خیال کے مترجمین نے ترجمہ کرتے ہوئے اس بات کو بھی پیش نظر رکھا ہے کہ اس انتخاب سے خیال کی شخصیت اور ادبی مقام کا کچھ حد تک ہی سہی تعین ہو سکے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ صرف چند منتخب تخلیقات کو سامنے رکھ کر پوری ادبی شخصیت کو سمجھا نہیں جا سکتا۔ اس کے لئے خیال کے تمام شعری سرمائے کو سامنے رکھنا ضروری ہے تاکہ خیال کے کلام، اسلوب، اور شعری سفر کا جائزہ لیا جا سکے لیکن چونکہ مقصد صرف یہ ہے کہ مختلف زبانوں کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج کو کم کیا جائے اس لئے اس مجموعہ میں ایسی تخلیقات کا انتخاب کیا گیا ہے جن کا اردو ترجمہ ہو چکا تھا یا جنہیں مترجمین نے ترجمہ کرنے کے قابل سمجھا۔

فیض حسن خیال نے جب شاعری شروع کی تھی تو ترقی پسند اور روایت پسندی کے درمیان ایک کشمکش سی ہو رہی تھی۔ روایت کے چاہنے والے ادب کے ترقی پسندانہ رجحانات سے ناخوش تھے۔ جبکہ ترقی پسندوں نے روایتی علائم اور استعارات کے سانچوں پر ضرب لگانی چاہی تھی۔ حیدرآباد کی شعری روایتوں میں یہ بات بہت اہم تھی کہ فن سے صرف نظر نہ کیا جائے۔ اور اسی لئے فیض حسن خیال نے پہلے حضرت امجد عریضی سے اور پھر حضرت اوج یعقوبی سے مشورہ سخن کیا۔

خیال ایک باشعور شاعر ہیں۔ انکے ہاں اپنے عہد کے تجربے بھی ہیں اور اظہار میں عصری آگہی کا عنصر بھی موجود ہے۔ اگرچہ بیشتر انہوں نے سادہ زبان استعمال کی اور پیچیدہ تراکیب اور علائم سے گریز کرتے ہوئے عام فہم لب و لہجہ اختیار کیا۔ خیال

ان کی شاعری کا ذائقہ کچھ میٹھا کچھ تیکھا اور کچھ چبھتا ہوا سا ہے۔ ان کے ہاں گل و بلبل، آشیاں، گلستاں، چمن، بہار، صبا وغیرہ جیسی روایتی علامتوں کے ساتھ آگ، کشکول، آنگن، پتھر، پرندے اور سمندر جیسی پہلودار علامتیں بھی ہیں۔ اسی لئے ان کی شاعری میں رس بھی ہے اور زہر کا کڑواپن بھی۔ اور یہ دونوں چیزیں توازن کے ساتھ موجود ہیں۔ جذباتی، ذہنی اور تہذیبی کشمکش کی وجہ سے اردو ادب میں جو تموج اٹھا اس کا عکس بھی فیض احسن خیال کے ہاں نظر آتا ہے۔ لیکن روایت کی پاسداری اور اسکے ساتھ ساتھ سچے تجربے کی اساس نے خیال کی شاعری پر کوئی مخصوص چھاپ نہیں لگنے دی۔ انہوں نے جس چیز کو محسوس کیا، اسے اپنی شاعری میں سمو دیا۔

سیاسی اعتبار سے ملک میں تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ حکومتیں بدلتی رہی ہیں۔ رہنما آتے اور جاتے رہے ہیں۔ سیاسی صورت بدلنے کے باوجود عام آدمی کو بھی کبھی کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکا۔ ایک عام آدمی کا حصہ ان تہی تھا۔ استبداد پر مبنی نظام میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آسکی ہے اور اسی لئے فریاد کا دم گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ ایسے ہی عام انسان کی نمائندگی کرتے ہوئے خیال کہتے ہیں۔

چارہ گر بھی وہی آقا وہی حاکم بھی وہی
کیسے فریاد، مری نوک زباں تک پہنچے

آج کے سیاسی نظام میں رہنماؤں نے نقابیں پہن رکھی ہیں۔ اور ان کے ساتھ ساتھ حکومت کی مشنری کے کل پرزے بھی نقاب پوش ہو گئے ہیں۔ بظاہر ان کے رکھوالے پس پردہ غارت گری کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ خیال اس بات کو یوں لکھتے ہیں۔

ہیں جن کے چہرے پر امن و اماں کی تحریریں
انہی کا دست ہنر آستوں کے سر پر ہے

پیداوار کے نتیجے میں ہندوستان میں جو انقلاب آیا اسے اختر نے بھی محسوس کیا ہے اس انقلاب کے روشن پہلو پر ان کی نظر پڑتی ہے بیروزگاری سے تنگ آئے ہوئے نوجوانوں نے جب رحمت پھانکی تو، سونے کی بارش ہونے لگی، من اوسودیا ترنے لگا۔ اختر ان تبدیلیوں کو یوں محسوس کرتے ہیں۔

رزق آن کے بار اوپر میں ، روشنی ان کی اڑان
کتنی پیاری ہے پرندوں کی اڑان دیکھیے

یہ چند مثالیں اس لیے پیش کی گئیں کہ اختر کے لہجے کا اندازہ ممکن ہو سکے۔ مثالیں اور بھی دی جا سکتی تھیں لیکن طوالت کا ڈر ہے۔

اختر کی شاعری کا تجربہ کیا جائے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کے لہجے میں سپاٹ پن نہیں، کھردرا پن نہیں بلکہ ایک کیف، لطافت اور شیرینی کے امتزاج کے ساتھ ساتھ خلوص کی شدت اور دردمندی بھی ہے۔ اسی لیے ان کی شاعری میں ایک دلنوازی پیدا ہو گئی ہے۔ یہی دلنوازی ہے جس کی وجہ سے اختر مشاعروں میں بہت مقبول رہے ہیں۔

"تنبیہ ہند" کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اسے چار زبانوں میں پیش کیا گیا ہے جس قسم کا اندیشہ یہ ہم بیٹھے کہ "قند ہند" کا انگریزی سے کیا تعلق، اس سلسلے میں یہ جواز دیا جا سکتا ہے کہ یہ انگریزی ہندوستانی انگریزی ہے، جو آکسفورڈ اور کیمبرج کی زبان سے متاثر تو ہے لیکن اپنا ایک الگ شناخت بھی رکھتی ہے۔ اس کا لہجہ اور اپنا نیچا ہے۔ انگریزی کا ترجمہ پاول شاستری نے کیا ہے۔ ترجمہ کی بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ کسی بھی زبان میں تخلیقیت جیسے فن پارے میں کچھ ایسی خصوصیات ہوتی ہیں کہ ان سے اس زبان میں لطف اندوز ہونا ممکن ہے۔ ان خصوصیات کا ترجمہ ممکن نہیں ہوتا۔ خصوصاً ایسی زبان میں بہتر ترجمہ نہیں کیا جا سکتا جس کا تہذیبی ماحول بالکل مختلف ہو۔

منتبہ تہذیبی روحوں میں یکسانیت ہو تو کچھ حد تک انصاف ممکن ہے۔ اور اس بات کا امکان پیدا ہو سکتا ہے کہ فن پارے میں پیش کی گئی نزاکتوں سے لطف اندوز ہو سکے۔ شری پاروتی شاستری کے ترجمے میں یہ مشکل پیش آسکتی تھی۔ لیکن چونکہ شاستری جی ہندوستانی ہیں اور اردو بھی ایک ہندوستانی زبان ہے اس لئے اس زبان کے تہذیبی عوامل شاستری جی کے لئے نئے نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ترجمے میں اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا۔ منتبہ ترجمے میں "بائیبلی پن" کی ضرور جھلک نظر آتی ہے جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ شاستری جی نے بائبل کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے۔ اسکے باوجود شاستری جی نے چونکہ صرف متن کی روح تک پہنچ کر اور مقصود حاصل کیا ہے اسلئے ترجمہ مسخ نہیں ہو پایا۔ یہ اور بات ہے کہ اس ترجمے میں تخلیق کی سی شان پیدا ہو گئی ہے۔ ایک مثال پیش ہے۔ غیر کہتے ہیں۔

آئینہ بن کے ترے شہر میں جب آؤں گا
ہر نئے ذہن کو نئی طرح چمکاؤں گا

اب ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

When emerge as the blazing Mirror on Thy Scene
shall bestow on every new heart the radiance of new lights

اس ترجمے میں ندرت ہے۔ بندش کی چستی اور نزاکت شعری کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے۔ لفظی ترجمے میں یہ عیب ہوتا ہے کہ "بھی کبھی" "گارڈن گارڈن" بھی ہوجاتا ہے۔ شاستری جی کے ترجمے میں یہ بات نہیں۔ انہوں نے تخلیق کی روح کو اپنے اندر جذب کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ترجمے کے ماہرین کو یہ بات پسند نہ

آئے کیونکہ ترجمے کے ضمن میں جو مختلف نظریات کام کرتے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مترجم کو مصنف کے ذہن تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے بلکہ جو سامنے ہے اس پر اکتفا کرنا چاہیے۔ ان کے خیال میں ایسی کوشش ایک نئی تخلیق کا سبب بن سکتی ہے۔ علاوہ ازیں ترجمہ ممکن نہیں ہو سکتا۔ لیکن کچھ سرپھرے مجھ جیسے مترجمین یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ترجمہ پھیکا اور میٹھا قسم کا ہو خصوصاً شعری تخلیقات کا ترجمہ، تو ایسے ترجمے سے بہتر یہ ہے کہ ترجمہ کیا ہی نہ جائے۔ شری شاستری اس امر کا ثبوت ہیں کہ انہوں نے ڈوب کر ترجمہ کیا ہے۔ اور اس طرح خیام کی شاعری کو انگریزی داں اصحاب تک پہنچانے میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔

اس کتاب میں شامل تلگو ترجمہ ڈاکٹر خواجہ معین الدین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے انہوں نے ترجمہ کرتے ہوئے اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ خیام جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ جوں کا توں تلگو کے قالب میں پیش کر دیا جائے۔ اور چونکہ یہ ترجمہ ایک ہندوستانی زبان سے دوسری ہندوستانی زبان میں کیا گیا ہے اس لئے قاری کو اجنبیت کا احساس نہیں رہتا۔ یہ شعر دیکھیے۔

قدم قدم پہ ہیں سورج کے آئینے لیکن
ترس رہا ہے زمانہ کرن کرن کے لئے

అడుగడుగున సూర్యపుటద్దాలు ఉన్నవికాని
అలమటించుచున్నది లోకం ఒక్కొక్క కిరణం కొరకు

اچھے ترجمے کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس میں شاعر یا فن کار کا جذبہ آمیزش کے بغیر پیش کیا جاتا ہے اور ڈاکٹر خواجہ معین الدین کے ترجمے میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہے۔

ہندی میں تغیر حسن خیام کا جو کلام پیش کیا گیا ہے، اسے ترجمہ کہنا مناسب
نہیں۔ کیونکہ اس میں صرف رسم خط بدل دیا گیا ہے اور جو الفاظ قدرے مشکل
محسوس ہوئے ان کے ہندی معنی لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ تفہیم میں دشواری نہ ہو۔ اگر
معنی نہ دیئے گئے ہوتے تو شاید وہ سارے مسائل در پیش ہوتے جن کا ذکر رسم خط کی
تبدیلی کے ضمن میں کیا جاتا رہا ہے۔ اردو کا حسن اس کے رسم خط کے ساتھ ہے۔ لیکن
ایسے لوگ جو اردو رسم خط سے واقف نہیں ہیں ان کے لئے یہ طریقہ زیادہ موثر ہے۔
پھر بھی اس بات کا امکان ہے کہ اس کتاب میں شامل ہندی رسم خط میں تحریر کیا گیا
خیام کا کلام اردو مزاج اور اردو تلفظ سے ناواقف فن کاروں نے گایا تو بوالعجبیاں
سرزد ہو سکتی ہیں۔

خیام کے اس تازہ مجموعہ میں جو کلام ہے اس کی مقدار کم ہے لیکن کیفیت کے
اعتبار سے کسی طرح کمتر نہیں کہا جا سکتا۔ خصوصاً جب اس کلام کو دیگر تین
زبانوں میں بھی پیش کیا گیا ہو تو اس مجموعہ کی اہمیت اور بھی فزوں ہو جاتی ہے۔
کیونکہ اس واسطے سے خیام نے دوسری زبانوں کے اہل علم اصحاب اور اردو ادب کے
شائقین تک اپنی بات پہنچائی ہے۔ اردو شاعری کے بارے میں غیر اردو داں حلقوں
میں یہ غلط فہمی عام ہے کہ اردو زبان کی ساری شاعری یا تو معشوق کی تعریف میں ہے یا
پھر شراب کی توصیف میں۔ غزلیں گانے کے لئے گلوکار جب اردو غزلوں کا انتخاب
کرتے ہیں تو وہ خاص طور پر ایسی غزلوں کو ڈھونڈتے ہیں جن میں یہ دو عنصر غالب
طور پر موجود ہوں۔ اور پھر ان غزلوں کو سننے والے "نشہ انگیز" سر ہلا ہلا کر داد دیتے
ہیں۔ غزل کو "جام" کہہ کر "قیامت" مچانے والے صرف اپنے آپ کو مہذب ثابت
کرنے کے لئے اردو غزل سنتے ہیں اور گلوکار پر داد کے ڈونگرے برساتے ہوئے اتنے
بے تاب ہو جاتے ہیں کہ خود ہی آداب بھی بجا لاتے ہیں۔ کیونکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ

شاعر کے کلام پر داد دی جائے تو وہ ذرہ نسہ ر آ و ب بجا ۃ ہے ۔ خیال ر شاعری
چ ہے وہ نگریزی میں ترجمہ ر جائے ۔ تلگو میں ، پھر دیونا گری رسم خط میں لکھ ر جائے ،
پنے پڑھنے و و ں پر یہ تو یقیناً روشن کردیتا ہے کہ ردو شاعری صرف شرب ور
محبوب ی توصیف نہیں بلکہ س میں مسائل حیات بھی ہیں ، نسانی قدر بھی ہیں ،
زمانے ر چاپ بھی ہے ور صیف بیرے میر نشتر بھی ہیں ۔ مید ہے کہ یہ مجموعہ
شائقین کے درمیان ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا ۔

OOOOOO

اردو شاعری۔ اردو نثر کی نیرنگی کے سوتے نہ صرف ہنوز خشک
نہیں ہوئے بلکہ ہند کی سہ لسانی تقسیم کے بعد بھی مختلف زبانوں کے
عروج میں اس زبان کا کچھ نہ کچھ فروغ حصہ رہا ہے۔ موجودہ
ہند کی نوع بہ نوع زبانوں کے ہجوم میں بھی۔ اردو آج ایک اہم
وسیلے کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہندی اور اردو ہر دو زبانیں
بجز رسم الخط کے کوئی نمایاں بیگانگی یا اجنبیت کی شے نہیں ہیں۔ ان دونوں کے
کئی رنگ بھی ایک جیسے ہیں اور ایک ہی شکل میں ہوتے جاتے ہیں۔ ان
دو زبانوں کا تہذیبی رشتہ اس طرح ہے کہ ان کے مزاج، لہجہ اور ذوق
کی قدر مشترک ایسے عناصر ہیں جن سے انکار عبث ہے۔
در اصل یہی وہ جوہر ہے جو ہندوستانی مشترکہ تہذیب کی
نشانی بن کر زندہ رہے۔

ہند، نسل اور مذہب کی دشواریوں کو پیار و محبت سے حل
کرنے اور وطنیت کے بھرپور جذبے کے ساتھ صحیح سمت میں
توانائی بخشنے کا ایک بہترین اور موثر ذریعہ یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ ہندوستان کی مختلف زبانوں کے ادب کو ایک دوسرے
میں منتقل کیا جائے اور یہی عمل شاید ہماری قومی یکجہتی
اور ایک دوسرے کے جذبات کو سمجھ سکے۔ چنانچہ اس کے ساتھ ساتھ
اردو زبان اس کے سلسلے میں آج اور اس کے بولنے

بھائی چندر کی شاعری کی نشاندہی مختصر کرتی ہے۔
شاید یہ پہلا موقع ہے کہ "قند ہند" بیک وقت
و بیک جلد چار زبانوں میں آپ کے سامنے ہے۔
امید ہے کہ ہمارے شائقین ادب، نقاد اور
دانشور حضرات اس کوشش کو سراہیں گے اور پسند
فرمائیں گے۔

حیدرآباد۔
مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۸۵ء

(انجم غازی)

# رُدؤ شعری ۔ کل ور آج

شہر تمنا حیدرآباد پنی گنگا جمنی تہذیب کے لئے یک عالم میں مشہور رہا ہے ۔
یہاں دالوں کو دب پروری ورثے میں ملی ہے ۔ زبان و دب کے سلسلہ میں س شہر
کے شعرا و دیب برسوں سے خدمات نجام دیتے آرہے ہیں ور پنی گنگا جمنی تہذیب
کو پروان چڑھا رہے ہیں ۔

جناب فیض حسن خیال بھی سی یہ ناز شہر کے سپوت ہیں ۔ ن کا شمار
حیدرآباد کے ممتاز و معروف شعرا میں ہوتا ہے ۔ تاریخی قلعہ گولکنڈہ کے دامن میں
خیال نے آنکھ کھولی ، ظاہر ہے کہ ... جس سرزمین پر نہوں نے آنکھ کھولی وہ شعرو
دب کا گہوارہ رہی ہے ۔ گویا خیال نے پیدا ہوتے ہی شعرو سخن کی فضا میں سانس لیا
ور یہی خوشبو لئے ن کے بچپنے رتقا کی منزلیں طے کیں ۔

فیض حسن خیال کا شمار ترقی پسند شاعری کے پیش رووں میں ہوتا ہے ۔ ترقی
پسند شاعری کے آغاز و رتقا سے لیکر جدید ردو شاعری تک جتنے بھی شعرا ہیں ور ن
کے کلام کی جو نمایاں خصوصیات ہیں خیال کے کلام میں یکجا نظر آتی ہیں ۔

خیال ۔

زمانہ دوڑ رہا ہے کرن کرن کے لئے
حیات چیخ رہی ہے ک نجمن کے لئے

قبال ۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے ے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

قسلسل جاری ہے

ہوں۔

بن آئیگی ہرگز نہ یوں کچھ کئے بن
جو کچھ کاٹنا ہے تو بونا پڑے گا

یہاں پر خیال کی شاعری ایک پیغام دے رہی ہے جس طرح اقبال و حالی نے سب قوم کے لئے پیغام دیا تھا۔ انہوں نے پھر ہندوستان کو وہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کرو خیال کے اس شعر میں یہی مفہوم پنہاں ہے۔ خیال کہتے ہیں کہ۔

ڈر جتنی ہو اتنا ہی رزق ملتا ہے
ہوس بس اوپر جو سمت تو کچھ مل نہیں

اردو شعراء آغاز ہی سے سماجی پس منظر اور زندگی کے مختلف کوائف کی عکاسی کرتے آرہے ہیں۔ اور آج بھی حالات حاضرہ اور زمانہ کے تغیرات کی ترجمانی کرتے ہیں اور کل بھی ان کی شاعری نیرنگ وقت اور حالات زمانہ کی آئینہ دار ہوگی۔

خیال آپ کا ہے موسموں کا دیوانہ
کس لئے تو وہ پابند ماہ و سال نہیں
کس سے شکوہ کروں اب کون ہے سننے والا
آئنہ اپنے ہی ہاتھوں کو بنانا ہے مجھے

فیض الحسن خیال کے خیالات میں وسعت اور افکار میں گہرائی ہے۔ ان کی غزلوں میں صوری اعتبار سے بھی حسن و بانکپن ملتا ہے۔ انسانی زندگی سے گہری محبت نے ان کے یہاں ایک ایسی نغمگی پیدا کی ہے جس میں انسانیت کا سوز و گداز موجود ہے۔ خیال کے یہاں حیات انسانی کا جو گہرا احساس ہے اس نے ان کے آہنگ

میں حزنیہ کیفیت پید کر دی ہے۔ ن کے شعر نئی معنویت کے حامل ہیں۔

چہرہ گر بھی وہی ، آتش وہی ، جام بھی وہی
کیسے فریاد مری نوک زباں تک پہنچے

مجھ سے کیا پوچھتے ہو دوستو روداد چمن
حال گلشن کا مرے شک رواں کہتے ہیں

بہار لیسی پریشان ہے چمن کے لئے
ہو جیسے کوئی غریب الوطن ، وطن کے لئے

شاعر کی آپ بیتی میں جگ بیتی ہوتی ہے۔ خیال کی غزلوں میں یک نیا آب و رنگ نظر آتا ہے۔ لفظوں میں نہوں نے نئی معنویت کی روح پھونکی ہے ور اس کے ور وابستہ میں یک نئے جمالیاتی شعور سے کام لیا ہے۔

خیال بیٹھے ہیں ہم سر جھکائے زانوں پر
زمانہ وہ ہے کہ جو پتہ بوجھ ڈھوتا ہے

خیال کی غزلوں میں رمزیت، ایمائیت، نغمگی، غنائی کیفیت، ترنم ور آہنگ سب میں یک جدت کا احساس ہوتا ہے اور یک نئی روایت بھرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ان کی غزلوں میں ان کے تجربات کے مجموعی اثر کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔

لیسے دیوانے کہاں ملتے ہیں بتاؤ خیال
جن کو تزئین چمن سازی کا ارماں ہے بہت

ہاتھ کٹ جاتے ہیں اس دور میں اس کے یار خیال
جس نے سچائی اگانے کی قسم کھائی ہے

خیال کے شعار میں جیسے نئے دور کی ساری کسک سمٹ کر یکجا ہو گئی ہے۔

سلام جاری ہے

جیسے نئی نسل کی زندگی کا سارا گداز ان میں سرایت کر گیا ہے۔ اسی لئے تو ان کے
شعر میں نئے تجربے، شعریت، ایمائیت، رمزیت، الفاظ کا صوتی آہنگ، زبان کی روز
خیال کا تسلسل ان سب کے امتزاج سے پیدا ہونے والی ایک مجموعی فضا نے خیال
کی غزلوں کی ہیئت کو وحدت سے ہمکنار کیا ہے۔

بہت سے لوگ ہیں ذہنی کشمکش کے شکار
جو قدر کو ناپ رہا ہے وہ سب سے کمتر ہے
میں چراغ سفر درد بھی بن جاؤں گا
بے زبان چہروں پہ ہنسنے کی ادا لاؤں گا
بات کچھ دن کی ہے موسم تو بدل جانے دے
تیری آنکھوں کے لئے خواب نئے لاؤں گا
میں لکھ رہا ہوں کہانی اسی کے غم کی خیال
شرارے جس کے پیام حیات ہوتے ہیں

اردو غزل میں ہیئت کے ان تجربات کا ارتقا مسلسل رہا ہے۔ حالات کی تبدیلی
اور حالات و تغیرات کے زیر اثر جب بھی موڑ آئے غزل نے کوئی نئی صورت اختیار کی ہے۔ نئے
موضوعات پیدا ہوئے اور نئے افکار و خیالات وجود میں آئے تو غزل کی ہیئت بھی
بدلی۔ اظہار و بیان کے طریقوں نے بھی نیا رنگ اختیار کیا۔ ولی بلکہ محمد قلی قطب شاہ
کے وقت سے لے کر فیض، مجروح اور ناصر کاظمی تک غزل کی ہیئت نے بے شمار شکلیں
بدلی ہیں۔ ان گنت روپ اختیار کئے ہیں۔ کیونکہ ہر زمانے کے جمالیاتی تقاضے مختلف
رہے ہیں اور ان جمالیاتی تقاضوں کو بدلتے ہوئے حالات کے زیر اثر بدلتے ہوئے مزاج
نے مختلف بنا دیا تھا۔

خیال نے

شہر کی خوشبو کو لیکر کیا پرندے اڑ گئے
آسمانوں پر بھی ہیں غم کے نظارے دیکھئے

فیض۔

دست صیاد بھی عاجز ہے کف گلچیں بھی
بوئے گل ٹھہری نہ بلبل کی زباں ہی ٹھہری

ایک زمانہ تھا کہ لوگوں کے خیال میں غزل نیم وحشی صنف سخن تھی اور زندگی کے ارتقا کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔ لیکن آج بدلے ہوئے حالات نے غزل کو زندگی سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔ چنانچہ آج اس کی طرف رغبت عام ہو رہی ہے، اس سے دلچسپی بڑھ رہی ہے کیونکہ تاریکیوں کے وہ بادل جو کم نگاہی کے باعث ذہنوں پر چھائے ہوئے تھے اب چھٹ چکے ہیں اور غزل کا آفتاب اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ زندگی کے افق پر جلوہ ریز نظر آتا ہے۔ یہ صورت حال غزل کے شاندار مستقبل پر دلالت کرتی ہے۔

خیال۔

تم نے میخانے کے چہرہ پہ بھی کھینچی ہے لکیر
ہم نے صحرا بھی سجانے کی قسم کھائی ہے
آئینہ بن کے ترے شہر میں جب آؤں گا
ہر نئے ذہن کو تری طرح چمکاؤں گا

شاعرانہ صداقت یہاں داخلی کرب کی غمازی کرتا ہے۔ خیال کے اشعار میں کرب کی جو جھلک نمایاں ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔

تسلسل جاری ہے

سمجھ کے سوچ کے پڑھ مضطر خیاں دں کی کتب
یہ شعری ہے ، فسنوں کی یہ کتب نہیں

نسن فطری طور پر جذبت کا پیکر ہوتا ہے وہ بہت سی خوہشت پنے دں میں لئے ہوئے مرتب ہوگی میں جیت ہے۔ مگر س کی سری خوہشت شرمندہ معنی نہیں ہو سکتیں۔ شعر پنی ورردت قلبی کا ظہر پنے کلم میں کرتا ہے جو عم نسن کے بس کی بت نہیں ہوتی۔ ن کیفیت کو شعر یسے پرثر ندز میں پیش کرتا ہے، جنہیں سننے پڑھنے کے بعد ہم متثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ور یسا محسوس ہوتا ہے کہ کہیں یہ ہمری آپ بیتی تو نہیں۔ یہی شعری کی معرج ہے۔

خیل

عشق بھی نہاں پنا درد بھی نہاں پنا
حسن کی نگاہوں میں قید ہے جہاں پنا

جگر

مجھ سے گئے ہیں عشق کی عظمت کو چار چاند
خود حسن کو گوہ کئے جا رہا ہوں میں

عظمت نسن کا وقار تقریباً ہر شعر کے ہاں نظر آتا ہے۔ غلب نے کہا ہے

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں نساں ہونا

خیل نے یوں کہا ہے۔

یک نسن کو نساں ہی سمجھ سکتا ہے
بت پھولوں کی ہے کیوں تیغ و سناں تک پہنچے

گذشتہ دو سو برس میں میر سے لیکر حسرت و جگر تک اردو غزل کے اسلوب میں

برابر تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن اس کی بنیادی حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ اس سے صاف طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ صنفِ سخن اپنی اصلی ہیئت کو برقرار رکھتے ہوئے مختلف حالات سے مطابقت کی صلاحیت رکھتی ہے جو اس کے جاندار ہونے کی دلیل ہے۔

غزل ہماری شاعری کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ رشید صاحب نے اس کو اردو شاعری کی آبرو کہا ہے۔ ہماری تہذیب غزل میں اور غزل ہماری تہذیب میں ڈھلی ہے۔ دونوں کو سمت و رفتار رنگ و آہنگ اور وزن و وقار ایک دوسرے سے ملا ہے یہی سبب ہے کہ ہماری تہذیب کی روح غزل میں اور غزل کی روح ہماری تہذیب میں بے نقاب نظر آتی ہے۔

سرور صاحب نے ایک جگہ صنفِ غزل کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ "وہ بڑی کافر صنفِ سخن" ہے۔ یہ خیال اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے۔ صنفِ غزل کی جو بنیادی خصوصیات ہیں اس میں یکجا کر دی گئی ہیں۔ غزل میں ایک انداز دلبری اور طرز دلربائی ہے ۔۔۔۔۔ اس انداز دلبری اور طرز دلربائی سے اس نے ہر دور میں لوگوں کے دلوں کو لبھایا ہے ہر فرد پر اس کے یکساں اثرات ہوئے ہیں۔ عوام و خواص، غریب و امیر سب کے دامن دل کو اس نے ایک مخصوص انداز میں اپنی طرف کھینچا ہے صوفیوں کی محفلوں میں ہنگامے برپا کئے ہیں۔ رندوں اور قلندروں کو اس نے اپنا گرویدہ بنایا ہے۔ زاہدوں اور پاکبازوں کے دلوں میں محمل نشیں ہوئی ہے۔ غرض یہ کہ ہر فرد اس سے متاثر ہوا ہے۔ مخالفین تک اس کے اثر سے بچ نہیں سکے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ غزل کے تاثر میں ایک ہمہ گیری ہے۔ ایسی ہمہ گیری جو قومی ذہانت و فطانت کے ہاتھوں وجود میں آتی ہے۔ خیال کہتے ہیں کہ

سلسلہ جاری ہے

خیالؔ

غزل حیات ہے خوش فہمیوں کا خواب نہیں
غزل ہے وصل غزل تہمت شباب نہیں

ساغرؔ

ساغرؔ غزل میں چاہیئے وہ موج زندگی
جو حسن ہے بتوں میں جو مستی شراب میں

ڈاکٹر جانسن کہتے ہیں کہ شعر مقفیٰ انشا ہے یہ ایسا فن ہے جو تعقل اور تخیل کی مدد سے انبساط کا پیوند صداقت کے ساتھ لگاتا ہے۔ ایک فارسی شاعر کہتے ہیں کہ
"شاعری جزویست از پیغمبری"

بیسویں صدی میں یوں تو بے شمار غزل گو شعرا ہیں اور عصری رجحانات کے اثرات کسی نہ کسی صورت میں ان سب کے ہاں ملتے ہیں۔ حسرتؔ، یاسؔ، یگانہ، اثرؔ، فانیؔ، جگرؔ اور فراقؔ سب کی غزلوں میں ان رجحانات کی جھلک نظر آتی ہے۔ ان شعرا کی غزلوں نے اس روایت میں عصریت کا رنگ بھرا ہے۔ غزلوں کے عصری رجحانات انہیں کے مرہون منت رہے ہیں۔

غزل کے جدید آہنگ نے صنف غزل کے ان تقاضوں کو پورا کیا ہے۔ خصوصاً زبان کے استعمال میں بااعتدال ستھرا پن، لطافت، فصاحت، نفاست و پختگی اور رچاؤ کی خصوصیات اس میں نمایاں ہیں اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ زبان کے استعمال میں جدید غزل نے بڑا نکھار پیدا کیا ہے۔ اس میں بڑی رچی ہوئی کیفیت ملتی ہے علی سردار جعفری، فیضؔ، مجازؔ، ناصرؔ، بشیر بدرؔ، شاذ تمکنتؔ، رشید قدرؔ، صلاح الدین نیرؔ، غیاث متینؔ رئیس اخترؔ اور رحمن جامیؔ سب کے یہاں زبان کے استعمال کا یہ شعور نظر آتا ہے۔ اور انہیں کے ہاتھوں جدید غزل میں جمالیاتی پہلو کی نشو و نما ہوتی ہے۔

غزل اور تغزل لازم و ملزوم ہیں غزل جسم ہے اور تغزل اس کی روح! غزل

میں تغزل نہ ہو تو غزل باقی نہیں رہتی ۔ تغزل ہی کے ہاتھوں غزل میں موج زندگی رواں ہوتی ہے ۔ خیال نے کیا خوب کہا ہے ۔

حرف اور لفظ کی خوشبو ہے ترا پیراہن
تری خوشبو کا ترانہ ہی سنانا ہے مجھے

غزل اور اس کے علمبرداروں نے اپنے زمانے اور ماحول کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے ۔ ایک مخصوص سماجی پس منظر اور اس کے تہذیبی اور معاشرتی تقاضے ہمیشہ ان کے پیش نظر رہے ہیں ۔ مختلف غزل گو شعراء بھی اس میں داخل ہیں ۔ شاعر کی شخصیت بڑی حد تک ماحول کے اثر سے بنتی ہے ۔ حیات کے شعور پر بھی اس کا انحصار رہتا ہے ۔ ہر دور کا ماحول دوسرے دور کے ماحول سے کسی نہ کسی حد تک مختلف ہوتا ہے اور اس ماحول کے اثرات شاعر کی شخصیت پر مختلف زاویوں سے پڑتے ہیں ۔ فن اسی شخصیت کا عکس ہوتا ہے ۔ اس لئے شخصیت کی یہ رنگارنگی فن میں اپنا اثر دکھاتی ہے ۔ شخصیت کی رنگارنگی کے زیر اثر فن کی رنگارنگی صنف غزل کی بھی ایک نمایاں خصوصیت ہے ۔

سلسلہ جاری ہے

شاعر یا ادیب کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والے محرکات گرد و پیش کی جس دنیا میں پائے جاتے ہیں اور یہ محرکات خود اس سماجی اور اقتصادی نظام کی پیداوار ہوتے ہیں جو انسانی زندگی کی شیرازہ بندی کرتے ہیں۔ اس لئے اعلیٰ شاعر یا ادیب ایک فرد نہیں بلکہ پوری جماعت کا ترجمان ہوتا ہے۔ خیال نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر لمحہ فن کے آئنے چمکائیے جناب
صدیوں سے کہہ رہا ہے یہ شعر و سخن کا رنگ

پھر خیال کہتے ہیں کہ

جتنے قد آور تھے وہ بونوں کی صف میں آ گئے
گونگے لوگوں کی ہے کیسی حکمرانی دیکھئے

خیال

کیا پوچھتے ہو کیونکر سب نکتہ چیں ہوئے چپ
سب کچھ کہا انہوں نے پر ہم نے دم نہ مارا

خمار

جو بارش کو خاطر میں لاتا نہ تھا
وہ اونچا مکاں خستہ ہو گیا

خیال کہتے ہیں۔

تو ہر اک شئے میں نہاں اور عیاں رہتا ہے
لیکن اب تک تری ہم ذات سے بیگانے ہیں

اصغر

جلوہ ترا اب تک ہے نہاں چشم بشر سے
ہر ایک نے دیکھا ہے تجھے اپنی نظر سے

شاعر کہتا ہے کہ فطرت کی ہر شئے سے خدا تعالیٰ کی ذات پاک عیاں ہے پھر بھی

مسلسل جاری ہے

ہم اس کی ذاتِ مقدس کے دیدار سے قاصر ہیں۔

خلیل

سارے جہاں میں دھوم مچا دو خلیل اب
اردو زبان بن گئی ہے علم و فن کا رنگ

داغ

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

جگن ناتھ آزاد

ریاضِ ہند میں اردو بھی اک خوش رنگ پودا ہے
جسے خونِ جگر سے ہندو اور مسلم نے سینچا ہے

مذکورہ اشعار میں اردو کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ اردو زبان نے شعور دیا، شعار دیا، آداب مجلس سکھائے، اخلاق حب الوطنی، اتحاد انسانیت اور رواداری کا پیغام دیا، ملک کی جمہوریت، سالمیت اور آزادی کو مستحکم کیا۔

خلیل کہتے ہیں۔

ہم فقیرانہ صدا دے کے چلے جائیں گے
ہم فقیروں کے لئے آپ کا کاشانہ کیوں

میر

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

غالب:

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

نیرنگیٔ زمانہ ور حسر ر شکست نے شعر دہلی کے لب و لہجہ پر بھی ثر ڈ ۔ ن کے لہجوں میں یک خاص تسم کی پسپائی کی کیفیت معلوم ہوتی ہے ۔ غم دوراں ور درد ۔دو بھی شاعری کے جدید آہنگ کی خصوصیت ہیں جو آج کے شعر کے ہاں بھی نظر آتی ہیں ۔ خیر کے شعر میں بھی یہی مفہوم پنہاں ہے ۔

بھیگی پلکوں کے سوا تم نے دیا ہی کیا ہے
دوستو دیکھ تو و یہ بھی ہے سامان حیات

میر

آنکھوں سے جو پوچھ حال دل کا
ک بوند ٹپک پڑی ہو کر

آتش

فرقت یار میں رورو کے بسر کرتا ہوں
زندگانی مجھے کیا دی ہے مصیبت دی ہے

شعر کثر پنے کلام میں پنے دور کے حالات تضمین کرتے ہیں ور وہ جن جن حالات کا سامنا کرتے ہیں ن کو پنی شاعری میں پیش کرتے ہیں ۔ شعر دہلی نے مشکل حالات کا سامنا کیا س لیے ن کے کلام میں پسپائیت جھلکتی ہے ۔ دوسری طرف شاعر پنے محبوب کی بے وفائی کا ظہار کر رہا ہے کہ س نے پنے عاشق کو صرف تکالیف ور ذلتیں ہی دی ہیں ۔ لیکن عاشق نے ن ذلتوں کو پنی زندگی کا سرمایہ بنا لیا ہے سے پر حسرت بے بس کو بتایا گیا ہے ۔ خیر صاحب کا مذکورہ شعر بھی آج کے حالات کی ترجمانی کرتا ہے ۔

سلسلہ جاری ہے

اصلے ہی بہتر ہیں قربتوں کی محفل سے
دیکھنا ہے کب ہوگا دشمن آسماں اپنا
غالب

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا
[illegible]

یوں بے سبب زمانہ پھرتا نہیں کسی سے
اے آسماں کچھ اس میں تیرا بھی ہے اشارہ
شاعر نے اس شعر میں زمانے کے تغیرات کو پیش کیا ہے اور کہتے ہیں کہ دنیا میں ظلم و زیادتی حد سے بڑھ جائے تو دنیا میں مختلف قسم کے تغیرات رونما ہوتے ہیں۔ دوسری طرف شاعر کہتا ہے کہ زمانے کے تغیرات میں خدا تعالیٰ کی مصلحت بھی شامل ہوتی ہے اس لئے کچھ حد تک یہ تغیرات آسمانی بھی ہوتے ہیں۔
خیال

نظر تو سب کی ہے ان ظاہری جلووں پر
کسے خبر ہے کہ کیا کیا سحر میں رہتا ہے
اصغر

اللہ رے دیوانگی شوق کا عالم
کس رنگ میں ہر ذرۂ سحر نظر آیا
جگر

ہستی جسے کہتے ہیں اک سادہ حقیقت ہے
رنگینی نگاہوں نے رنگین بنا ڈالی
[illegible]

کس نے اسے دیکھا ہے اے حسرت نظارہ
آئینہ تو دیوانہ ہے دیوانے کو کیا ہے

یہ شعر عشق حقیقی کے پیکر ہیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ شوخیٔ نظر، دم دیوانگی خلوص و محبت اگر نگاہوں میں ہو تو سادہ اور بے رنگ حقائق کو بھی رنگین بنا دیتی ہے تاثر بھی علم کا ایک ماخذ ہے۔ ہم حقیقت کو پہلے محسوس کرتے ہیں اگرچہ کہ وہ غیر واضح اور مبہم شکل میں ہوتی ہے۔

جبھی تو خیال کہتے ہیں۔

ابھی سے عشق کی بازی پہ نہ تہمت لگاؤ تم
سمجھ کر سوچ کر آگے قدم اپنے بڑھاؤ تم

فراق

آج بھی کام محبت کے بہت نازک ہیں
دل وہی کار گہہ شیشہ گراں ہے کہ جو تھا

ودی

پاک بازوں سے یہ ہوا معلوم
عشق مضمونِ پاک بازی ہے

تاباں

مرے ہم صفیر اسے بھی اثر بہار سمجھے
نہیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نوائے عاشقانہ

غالب

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

شاعر کہتے ہیں کہ انسان کے اندر جذبۂ عشق کا ہونا ضروری ہے ورنہ انسان

سلسلہ جاری ہے

انسان نہیں رہتا، عشق وہ جذبہ ہے جس میں انسان اپنی ہستی کو بھی بھلا دیتا ہے
یہی عشق کی معراج ہے چاہے وہ عشق حقیقی ہو یا مجازی۔
خیال کہتے ہیں کہ۔

سبب صبا کی طرح کون تھا نہیں معلوم
جھلک دکھا کے کہاں چھپ گیا نہیں معلوم

میر

تھا وہ تو رشک حور بہشتی ہمیں میں میر
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنی قصور تھا

میکش

کس نے دی تھی صدا نہیں معلوم
کون پردے میں تھا نہیں معلوم

یہ شعر عشق حقیقی کی معراج ہیں۔ خیال کہتے ہیں مجھے ایسا لگا کہ کوئی اپنی جھلک دکھا کر کہیں گم ہو گیا۔ میں سمجھ نہیں سکا کہ وہ کون تھا۔ اسی جذبہ کو میکش کہتے ہیں کہ کس نے نہیں پردے سے صدا دی اور میر کہتے ہیں کہ انہیں بہت خوبصورت شئے روشن نظر آئی اور وہ اسے جنت کی حور سمجھ بیٹھے۔ انہیں ہوش نہ تھا کہ وہ روشن شئے در حقیقت کیا تھی۔ پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عشق حقیقی شعراء کے دل میں ہمیشہ موجزن رہتا ہے۔

خیال

رفیق جان کر جس پر بھی اعتبار کیا
کسی نے میری شرافت پہ [illegible] وار کیا

جگر

بزم یاراں سے پھری باد بہاری مایوس
ایک سر بھی اسے آمادۂ سودا نہ ملا

غ لب

نکلن خلد سے آدم ک سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے

خی ل کہتے ہیں کہ میں نے دوست پر عتب ر کر کے بڑی ن سمجھی کی ۔ دوست نے بے وف ئی ک مظ ہرہ کی ۔ ور میری شرفت ور دوستی کو سرع م بدن م کی ۔ ر زئیت نے رقیب جیس سلوک کی ۔ مجھے پنے دوست پر بھروسہ نہیں کرن چ ہیئے تھ ۔

جگر کہتے ہیں کہ مجھے دوستوں کی محفل سے رسو ہو کر نکلن پڑ ۔ دوست نے ی ری کے بدلے ذلیل کی ۔ ور ہم پن سر جھک ئے ن کی محفل سے لوٹ آئے ۔ دوستوں کی محفل سے خوشی کے بج ئے ،یوسی ملی ۔

غ لب کہتے ہیں کہ جنت سے آدم علیہ لسلام کو جس طرح نک لا گی تھ سی طرح مجھے پنے محبوب کے در سے بے آبرو ہو کر نکلن پڑ ۔ س شعر میں تلمیح بھی ہے ۔ غ لب نے پنے محبوب کی بے وف ئی و جف کشی کو پیش کی ہے ۔

خی ل کہتے ہیں کہ ،

کی تصور دنی ک کی خی ل زم نے ک
آدمی ست ت ہے آدمی پریش ن ہے

قب ل

بیدوں ک مذہب کی ور ترک مذہب کی
سب جہ د ہیں دم کے سب فس د ہیں دم کے

نظیر

مسجد بھی آدمی نے بن ئی ہے ی ں می ں
بنتے ہیں آدمی ہی م م ور خطبہ خو ں

سلسلہ ج ری ہے

پڑھتے ہیں آدمی ہی نماز و قرآں یہاں
اور آدمی ہی ان کی چراتے ہیں جوتیاں
جو ان کو تاڑتا ہے سو وہ بھی ہے آدمی

خیّر کہتے ہیں کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن انسان ہوتا ہے امیر غریب اونچ نیچ ذات پات کا بندھن پر انسان ہی دوسرے انسانوں کا استحصال کرتا ہے۔ اس میں زمانے کا قصور و خطا نہیں۔ کیونکہ زمانہ انسان سے ہے انسان زمانے سے نہیں۔

اقبال کہتے ہیں کہ جس انسان کے اندر میں جوش نہ ہو جذبہ محبت نہ ہو اور جسے جدوجہد کی خواہش نہ ہو، وہ ایک صحت مند سماج نہیں بنا سکتا۔ اس کے ارادے کچے ہوتے ہیں۔ عزم جھوٹے ہوتے ہیں کیونکہ اس کے اندر میں انتشار ہوتا ہے۔ وہ معاشرے کی تباہی چاہتا ہے

نظیر نے اپنی نظم میں انسان کی مختلف خصوصیات کو پیش کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ انسان مسجد بناتا ہے، عبادت کے لئے دوسرا حرف ایک انسان ہی ان نمازیوں کی جوتیاں چراتا ہے اور جو ان کو اچھی نصیحتیں کرتا ہے وہ بھی ایک انسان ہی ہوتا ہے۔ شاعر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی انسان ہی دشمنی کرتا ہے۔ یعنی انسان کو انسان ہی برباد کرتا ہے۔

خیّر کہتے ہیں کہ۔

دوستوں کی تصویریں جب ہٹیں نظروں سے
تب ہی ہوا خیّر آخر وقت مہرباں اپنا

یقین

دوستی بد بلا ہے اگر میر خدا
کسی دشمن کو ہتر نہ کرے

خیّر کہتے ہیں کہ دوستی میں میر نے اپنے دوست کو تمام راز کی باتیں کہہ دیں

س پر بھروسہ کیا ۔ لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا دوست ہی میرا سب سے بڑا دشمن ثابت ہوگا ۔ پھر میں نے دوستی ترک کر دی تب جا کر میرے لئے خوشی کا موسم آیا ۔

یقین صاحب کہتے ہیں کہ دوستی سب سے بڑی بلا ہے جو کبھی کبھی انسان کی زندگی کو پامال کر دیتی ہے ۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ خدا کسی کو دوستی کرنے پر آمادہ نہ کرے ۔

خیال

نفرتوں کا جو ہے موسم وہ بدل جائے گا
وقت اب آ گیا آتش تری پسپائی کا

تبسم

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں ترے دور کا آغاز ہے

ناصر

پھر ہاں وقت کی دُور ہو گیا
ٹوٹے گا طلسم کہ نگاہی

ان شعروں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شعراء کے ہاں سماجی حالات کا کتنا گہرا شعور ہے اور وہ جانتے ہیں زندگی کے نشیب و فراز اور معاشرتی ، حالات کے مدوجزر کو کتنی اچھی طرح سمجھتے ہیں ۔ شعراء نے اپنے ․․․․ گرد و پیش کے حالات و واقعات کا بڑا اثر قبول کیا ہے ۔ یعنی حالات حاضرہ کی تفصیل ان کے کلام میں ملتی ہے ۔

خیال

خاموشیوں کا زہر بھی پینا پڑے ہمیں
سیلاب کا حال شہر کا منظر سنائے گا

(سلسلہ جاری ہے)

ناصر

شہر در شہر گھر جلائے گئے
یوں بھی جشن طرب منائے گئے

خلیل

لوگ حالات چمن پوچھنے آئے ہیں خلیل
اپنے چہرہ کو ہر اک شخص کا چہرہ کہیئے

ناصر

اک طرف جھوم کے بہار آئی
اک طرف آشیاں جلائے گئے

یہ تمام شعر حالات حاضرہ کے پیکر ہیں۔ خلیل کہتے ہیں کہ۔

خلیل:

تو دشمنوں کی طرح سے نہ پڑھ فسانوں کو
ورق ورق مرے کردار کی حکایت ہے

میر:

مجھ کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کئے جمع تو دیوان کیا

خلیل کہتے ہیں کہ میرے حالات زندگی کو صرف فسانے کی طرح مت پڑھو کیونکہ میری زندگی کی کتاب کا ہر ایک ورق میرے کردار کی حکایت ہے اور میرے حالات زندگی کا پیکر ہے اگر سکو آپ دوستوں کی طرح پڑھو گے تو اس میں آپ کو میرے کردار کی ترجمانی ملے گی۔ میری شخصیت میرے حالات، میری زندگی کا عکس نظر آئے گا۔ اگر آپ دشمنوں کی طرح پڑھو گے تو میری شاعری کا نصب العین نہیں سمجھ سکو گے۔

میر کہتے ہیں کہ میری شاعری زندگی کا آئینہ دار ہے اسے صرف شاعری سمجھ کر

مت پڑھو کیونکہ میرے حیات زندگی میں غم دوراں اور غم جاناں دونوں کا عکس نظر آتا ہے۔

زرینہ تبسم آراء بیگم
یم اے عثمانیہ

○○○○○○○○○○○○○○○

# پنی بت

شعر ہمیشہ سے فطرت ک ترجم ن رہ ہے۔ ور شعر و دب ک دنی نمو، تمدن ک ر ک
دخلی و خرجی ہیئت کے ب بہ پیکروں سے ہر دور میں سجتی رہی ہے۔ ترسیل جو بذت
خود یک فن ہے، کبھی کبھر بہم ک شکر بھی ہو جی کرتی ہے۔ ور آج کے شعر و دب
کی بسط س سے مبرّ نہیں ہے۔ یہ یک کلیہ ہے کہ شعر و دب کی تخلیق تجربہ سے زیدہ
رنگ و بست پر نحصر کرتی ہے۔ چنچہ کسی شعر کو سمجھنے ور پرکھنے کے لئے س کی
شعری کے تجزیہ سے زیدہ ہم س کی شخصیت ک جننہ ہوت ہے۔ یہ یک حقیقت ہے کہ
شعر کی دخلی ی خرجی حیثیت بہرحل س کی مخصوص ن کو مختلف منفی و مثبت
پہلوؤں سے خلی نہیں ہوتی ور س کے فن پرے لمحلہ س کی شخصیت کے پرتو سے
مزین ہوتے ہیں۔

میں بحیثیت یک شعر پنے حسست، مشہدت ور تجربت کے پیکر ترشت
چل آ رہ ہوں۔ یہ عرصہ تین دہوں پر محیط ہے۔ ور ن تین دہوں میں میرے شب و
روز کی چھوٹئیں ور بڑئیں، کمیبیں ور ن کمیبیں، لجھی تنہئیں، چمکتی صبحیں، ڈوبتی
شمیں ور جلتے بجھتے حسست سب کچھ شمل ہیں؛ جو نہ صرف میری زندگی ک لزمی
حصہ ہیں بلکہ میری شعری کے جزئے ترکیبی بھی۔ ور ن جزئے ترکیبی کی تحلیل
سی صورت میں ممکن ہوگی جب میں پنی ذت و شخصیت سے وبستہ پس منظر ک
ختصر ذکر کر دوں ورنہ بہ حیثیت یک شعر کے پنی شخصیت ک ظہر ی س کے
تشخص کے تعین سے میں نے ہمیشہ گریز کی ہے ور میں بہ عموم

ع　کہتا ہے تجھ کو خلق خدا غئبنہ کی

ک قئل ہوں۔

اپنے بارے میں کچھ لکھنا ایک ادیب یا شاعر کے لئے اتنا ہی مشکل اور دشوار ہے جتنا کہ ایک سنگ تراش کے لئے بے جان پتھروں میں جان بھر دینا۔ ویسے ہر فنکار کا تعارف اس کی اپنی تخلیقات ہوتی ہیں۔ پھر بھی ان وجوہات پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں جن کے وجود کا احساس ایک شخص کو فنکار بنا دیتا ہے۔

اسلوب بیان وہی کامیاب ہوتا ہے جو ہر طرح کے تصنع و بناوٹ سے پاک ہو۔

"یونانی زبان میں شاعر کے معنیٰ بنانے والا ہے۔" گویا شاعر تخلیق کار ہوتا ہے ڈاکٹر جانسن سے جب شاعری کی تعریف کرنے کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا "جتنا یہ کہنا آسان ہے کہ یہ چیز شاعری نہیں ہے"

انگریزی کے مشہور شاعر و نقاد میتھیو آرنلڈ نے شاعری کو زندگی کی تنقید سے تعبیر کیا ہے۔ شعر سچ پوچھئے تو آواز یا لفظوں کے آہنگ کا مجموعہ ہے اور آہنگ شعر کے الفاظ، اور اسلوب سے پیدا ہوتا ہے جبکہ معنیٰ اسے مفہوم کا وسیلہ عطا کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ شاعری عظمت کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اپنے خیالات کو کتنے پرزور اور حسین انداز سے زندگی پر منطبق کرتا ہے یہاں اس کی مجموعی حیثیت کام آتی ہے۔ اس کی خداداد قوت اس کا تخیل، اسکے جذبات و احساسات، اس کی قوت فکر، اس کا ذوق جمال اور زندگی کی آمیزش سے اس کے فن میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔

شاعری اس فنکارانہ صلاحیت سے لوگ زندگی میں تازگی اور مسرت محسوس کرتے ہیں۔ شاعر یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کے دل پر جو داخلی کیفیت گذرتی ہے وہ لفظوں کے آہنگ سے ظاہر ہو جائے چونکہ فن خیال اور الفاظ کا حسین امتزاج ہے۔

"قندیل ہنر" میری نئی کتاب ہے اس میں وہ تمام خدوخال شامل ہیں جو میری زندگی اور شاعری میں مختلف حادثات کی شکل میں بتدریج داخل ہوئے ہیں۔ میں اپنی شاعری

کے بارے میں کبھی کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہو۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ جو شعر تڑپتے دل، سلگتے جذبات اور سچے ہوئے احساسات کے آئینہ دار ہوتے ہیں وہ بہرحال اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ میرے خیال میں اس تھوڑے سے اثر کا احساس بھی ایک فنکار کے لئے بہت بڑا انعام ہے۔ جو لوگ مجھے سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں وہ میرے بارے میں اپنی کوئی رائے ضرور رکھتے ہونگے۔

"قند ہند" میری چوتھی پیشکش ہے۔

میرا وطن شہر تمنا حیدرآباد ہے۔

زمانہ کہتا ہے فیضی حسن خیال جسے
وہ اجنبی کی طرح اپنے گھر میں رہتا ہے

میرے والد مولوی محمد حسین صاحب قادری رح نظام حیدرآباد کی فوج میں ایک افسر تھے اور انہی جنگ عظیم کے ایک جانباز سپاہی بھی۔ اس سلسلہ میں ضلع ورنگل قصبہ پاکھال میں 50 ایکڑ زمین اور ایک میڈل انعام بھی ملا تھا اور ۔۔۔۔۔۔ قصبہ زمانہ حضرت سیدی و مرشدی یحییٰ پاشاہ صاحب قبلہ رح کے خاص مریدوں میں سے تھے اور میرے دادا حضرت شاہ محمد مراد صاحب رح جو حضرت شیخ محی الدین رح سجادہ نشین آستانہ حضرت غدر پاشاہ صاحب قبلہ رح مستعد پورہ کے برخوردار تھے۔ چنانچہ ہمارے گھرانے میں مذہبی رنگ، صوفیانہ مزاج اور وسعت نظر عام تھی۔ اسی مذہبی گہوارہ اور دینی ماحول میں، میں نے پرورش پائی۔ میری ابتدائی تعلیم تعلقہ نلگنڈہ کے مڈل اسکول میں ہوئی۔ بعد ازاں میں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد جامعہ اردو علی گڑھ سے امتحان ادیب فاضل اور عثمانیہ یونیورسٹی سے بی۔ او۔ ایل (B.O.L) اور بی۔ اے بھی پاس کیا۔

میں ابھی اسکول کا طالب علم ہی تھا کہ مجھے شعر و شاعری سے شغف پیدا ہوا۔ ابتدا میں مختلف موضوعات پر نظمیں لکھتا رہا پھر غزلیں لکھنے لگا۔ جب مجھ میں تخلیق شعر کا احساس پیدا ہوا تو میں نے پابندی سے صنفِ شاعری میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ میں تقریباً تمام اصناف سخن میں شعر کہتا ہوں لیکن غزل اور نظم سے برابر کا رشتہ ہے۔

ابتدا میں میں نے اپنا کلام حضرت قدر عریضی صاحب کو دکھایا بعد ازاں میں نے حضرت عبدالقدیم ذوق یعقوبی صاحب سے فن عروض سیکھا۔

اس طرح شعر و شاعری کا یہ سلسلہ دراز ہوتا رہا اور یہ سفر ہنوز جاری ہے۔ احباب کی دعائیں شامل حال رہیں تو مستقبل بھی شعر و سخن کی خوشبو سے مہکتا رہے گا۔

حرف اور لفظ کی خوشبو ہے ترا پیراہن
تیری خوشبو کا ترانہ ہی سنانا ہے مجھے

فیض الحسن خیال

# نعت شریف

سوئے بطحا مجھے آنے دو، چلے آنے دو
میرے آقا مرے حالات بدل جانے دو

بعد میں مجھ کو کسی نام سے منسوب کرو
پہلے دیوانہ محمدؐ کا تو کہلانے دو

روشنی آنکھوں کی گھر گھر میں کروں گا تقسیم
گنبدِ شاہِ مدینہؐ تو نظر آنے دو

ایک ہی پل میں مدینے بھی پہنچ جاؤں گا
میرے آقا کو ذرا یاد تو فرمانے دو

میں تو بیمارِ محبت ہوں سنبھل جاؤں گا
مجھ کو سرکارؐ کے دامن کی ہوا کھانے دو

ہے خیالِ رخِ سرکارؐ [illegible] مرے دل میں خیال
یادِ سرکارؐ میں مری [illegible] نہ جانے دو

پھر بہار آئی زخم تازہ ہوئے
پھر مدینہ کی یاد آئی ہے

اک نگاہِ کرم مرے آقا
ناؤ اُمّت کی ڈگمگائی ہے

قربِ شاہِ اُممؐ ہے جس کا نصیب
اُس کو غربت ہی راس آئی ہے

جب بھی آیا ہے مشکلوں کا خیال
تری نسبت ہی کام آئی ہے

# نعت شریف

میں کب سے دیکھ رہا ہوں نبیؐ تمہاری طرف
کہ تم کو دیکھنا ہے دیکھنا خدا کی طرف
میں کیسے آؤں مدینہ کی رجدھانی میں
اے بادشاہِ حرم اک نگاہ میری طرف

تمہاری یاد کو سینے سے جب لگاتا ہوں
میں زندگی کے ہر اک غم کو بھول جاتا ہوں
تمہاری یاد میں اک بات ہے خدا جانے
میں ایک پل میں مدینہ بھی جا کے آتا ہوں

تمہاری یاد ہی ہر درد کا مداوا ہے
تمہاری یاد ہی تنہائی کا سہارا ہے
تمہاری یاد ہی محشر میں کام آئے گی
تمہاری یاد ہی عقبیٰ ہے میری دنیا ہے

تمہاری یاد ضمانت ہے زندگانی کی
تمہاری یاد صداقت ہے زندگانی کی
تمہاری یاد محبت بھی ہے عبادت بھی
تمہاری یاد بشارت ہے زندگانی کی

خیال جب سے مدینہ کا آگیا ہے مجھے
ہر ایک لمحہ صدا بن کے ڈس رہا ہے مجھے
نبی جی آج بھی اک نگاہِ لطف کرم
تمہاری یاد نے بے چین کر دیا ہے مجھے

# منقبت

گزرتی ہے مری عمرِ رواں خواجہ پرستی میں
ہلے رہ گئے دو نورِ جہاں خواجہ پرستی میں

بہت ہی کام کی شے ہے محبت میرے خواجہ کی
لٹا دو دوستو ہر شے یہاں خواجہ پرستی میں

نشانِ سجدہ و داغِ غم مٹ نہیں سکتا
رہے گا حشر تک اپنا نشاں خواجہ پرستی میں

ہزاروں مرحلے آئے چمن میں دوستو لیکن
رہا اپنا سلامت آشیاں خواجہ پرستی میں

خوشی شرما گئی دردِ نہاں کے آہ بشارت سے
ہمیں کیا شے نہ دی دیکھو میاں خواجہ پرستی میں

یہاں ہر آئینہ میں عکسِ رخِ خواجہ جگمگاتا ہے
خیالِ رب بنا گیا سارا جہاں خواجہ پرستی میں

آئینہ بن کے ترے شہر میں جب آؤں گا
ہر نئے ذہن کو تیری طرح چمکاؤں گا

میں اگرچہ رہِ سفرِ درد بھی بن جاؤں گا
بے زباں چہروں پہ ہنسنے کی ادا لاؤں گا

یوں تو سرخی ہے مرے نام کی اخباروں میں
کب تلک شہر میں میں اجنبی کہلاؤں گا

رات کچھ دن کی ہے موسم تو بدل جانے دے
تیری آنکھوں کے لیے خواب نئے لاؤں گا

میرے کشکول میں خوشبو ہے ترے ہاتھوں کی
میں جہاں جاؤں گا شہزادہ کہلاؤں گا

مجھ کو معلوم ہے آدابِ محبت کیا ہیں
تجھ کو میں ٹھہر گئے آؤں گا تو گزر جاؤں گا

لوگ جب آئیں گے تفہیم محبت کے لیے
میں ترے پھولوں سے لہجے کا شرف پاؤں گا

جب بھی آ جائے گا تپتے ہوئے صحرا کا خیال
تیری زلفوں کی گھنی چھاؤں میں سو جاؤں گا

شکوۂ دشمناں تم سے ہزار بہتر ہے
فریبِ دوستاں ہر لمحہ ایک نشتر ہے

یہ سوچ میں ہوں کہ کس نام سے پکاروں تجھے
نفس نفس پہ پھول رہے ہیں تصویر تیرے پیچھے ہے

بہت سے لوگ ہیں ذہنی کشمکش کے شکار
جو قد و زیب رہا ہے وہ سب سے کمتر ہے

پرندے بھول گئے ہیں شام کی پرواز
تمہاری آج وہ گردش کا عجیب منظر ہے

ہنر جب کے چہرے پہ ممنون و مرار کا تحریر ہیں
کسی کا دستِ ہنر وقتوں کے سر پر ہے

ابھی تک وہی نقشہ تمہارے آنگن کا
صبا یہ کہنے لگی ہے بہار گھر گھر ہے

نہیں ہے مجھ کو دوا ور آئینہ کی تپش
ہر آئینہ میں تیرا عکس رہا منور ہے

غریبِ شہر کو جب سے نہ اپنا دخت ملا
فضائے شہرِ نگار کا حسن بہتر ہے۔

نشۂ غم ہی فقیروں کا ہے عنوانِ حیات
کتنی مشکل سے ہوا ہے ہمیں عرفانِ حیات

تجھ سے مل کر تو بچھڑنا ہی نہیں ہے ہم کو
تیری زلفوں کی گھنی شام ہے دامانِ حیات

میکدے میں تری آنکھوں کے سوا کچھ بھی نہیں
حشر اُٹھتا ہے ترے نام سے اے جانِ حیات

شام ہوتے ہی نشیمن کی طرف رُخ جو نہ
ہر پرندہ کا یہی ہوتا ہے ارمانِ حیات

بھیگی پلکوں کے سوا تم نے دیا ہی کیا ہے
زیست کو دیکھو تو یہ بھی ہے سامانِ حیات

میری آنکھوں میں تو ہر سو پھولوں سا چہرہ ہے خیال
جس کی خوشبو سے مہکتا ہے گلستانِ حیات

ہم ترے نقشِ کفِ پا کے نشاں تک پہنچے
چلو، کچھ ہو، تہذیبِ جہاں تک پہنچے

ہر طرف آگ کا طوفان ہے جہاں تک پہنچے
دیکھئے شہر کے حالات کہاں تک پہنچے

سُرخرو کون ہے اِس دور میں قاتل کے سوا
خون ہی خون ہے ہر سمت جہاں تک پہنچے

کیا لطفِ مرِ چمنِ شہرِ وفا ہے یارو
پھول سے چہرے بھی اب جورِ خزاں تک پہنچے

چارہ گر بھی وہی، قاتل وہی، حاکم بھی وہی
کیسے فریاد مری گوشِ زماں تک پہنچے

سر پہ تلوار، زباں شعلہ بکف، گرم لہو
مُسکرانے کے لیے ہم بھی کہاں تک پہنچے

لیے جاتے ہیں حوادث مرے پیچھے یارو
جیسے آسیب کوئی خانۂ امکاں تک پہنچے

ایک نادان کو نادان ہی سمجھ سکتا ہے
بات پھولوں کی ہے کیوں تیغ و سناں تک پہنچے

سب کے ہاتھوں میں نئے جام نظر آتے ہیں
ہم خیالان آپ کے ہمراہ کہاں تک پہنچے

کرم بھی ان کے عذابِ حیات ہوتے ہیں
جو روگ موجبِ صد حادثات ہوتے ہیں

نظامِ دار و رسن ہو یا قفسِ میخانہ
ہمارے خون کے ہی واقعات ہوتے ہیں

پرندے چھوڑ چکے جب سے آشیانوں کو
چمن میں روز نئے حادثات ہوتے ہیں

چمن میں دوڑتی پھرتی ہے زندگی تنہا
خدا ہی جانے کہ کیا واقعات ہوتے ہیں

یہ کون راہبرِ منزل کے بھیس میں آیا
قدم قدم پہ نئے حادثات ہوتے ہیں

چلیں تو راستہ، ٹھہریں تو منزلِ مقصود
ترے دوانے نویدِ نجات ہوتے ہیں

میں سمجھ رہا ہوں کہ ہستی کے غم کی خیرات
بشر رہے جس کے پیچھے مرحیات ہوتے ہیں

زمانہ دوڑ رہا ہے کرن کرن کے لیے
حیات چیخ رہی ہے کسی انجمن کے لیے

بہار ایسی پریشان ہے چمن کے لیے
ہو جیسے کوئی غریب وطن وطن کے لیے

شعور اہلِ خرد کے حدود دیر و حرم
صلیب و دار و رسن مت دیوانہ پن کے لیے

چلے تو صبح بنارس رکے تو شام اودھ
بس اس کے بعد تماشا ہے کر دکن کے لیے

قدم قدم پہ ہیں سورج کے آئینے لیکن
ترس رہا ہے زمانہ کرن کرن کے لیے

میں دل کا آئینہ خانہ بنائے بیٹھا ہوں
تری ہر ایک ادا تیرے بانکپن کے لیے

گلاب گوند کے رکھ تک یہاں جو خیال
ملے ہیں خود سے اپنے پیرہن کے لیے

غرض حیات ہے خوش فہمیوں کا خواب نہیں
غرور ہے وصل، غرض تہمتِ شباب نہیں

سکون، چین، مسرت کہاں سے پاؤ گے
تمہارے شہر میں فیضِ انقلاب نہیں

یہ صبح بھی ہے تری شام بھی تو تیری ہے
ترے بغیر کوئی خواب میرا خواب نہیں

تمہیں رہے وسعت سب آئینوں کی محفل سے
تمہارے ذہن میں کب سے چمکتے خواب نہیں

یہ وصف ہاں تو چشمِ کرم کے ضامن ہیں
تمہاری بے خبری باعثِ عتاب نہیں

بڑی کمی ہے یہاں اب بھی علمی خزانہ
بہت سے ہیں تو غم سب کو دستیاب نہیں

سمجھ کے سوچ کے پڑھنے خیال ان کا کتاب
یہ شاعری ہے، فنون کی یہ کتاب نہیں

آگ شہروں سے مرے گاؤں تک آئی ہے
صاف ذہنوں پہ بھی مذہب کی گھٹا چھائی ہے

کل جو مندر کی مسجد کی فرق کی دوری تھی
قتل کردار کرنے وہ ہوا آئی ہے

تیری یادوں کے کنول جیسے تراشے میں نے
میری سو حال مری آنکھوں میں اتر آئی ہے

تم نے میخانے کے چہرے پہ بھی کھینچی ہے لکیر
ہم نے صحرا بھی سجانے کی قسم کھائی ہے

زندگی بات بنانے میں بڑی ہے ماہر
ہر حقیقت کو فسانے میں چھپائی ہے

ہاتھ کٹ جاتے ہیں اس دور میں اس کے ہی خیار
جس نے سچائی کو گانے کی قسم کھائی ہے

تری نگاہ سلامت مجھے زوال نہیں
کوئی بھی رُت ہو بہک جانے کا سوال نہیں

میں سوچ بھی نہیں سکتا کسی کے بارے میں
بجُز تمہارے کوئی مرکزِ خیال نہیں

زمیں جتنی ہو اتنا ہی رزق ملتا ہے
ہوا بدن پہ جو سلامت تو کچھ ملال نہیں

ہمیں بھی خانہ بدوشوں میں جو کرے شامل
قبیلے والوں میں وہ صاحب کمال نہیں

تمام شہر کی ہے روشنی نگاہوں میں
تمہاری دید کا بہتر کوئی سوال نہیں

خیال آپ کا ہے موسموں کا زیرِ نظر
اسی لیے تو وہ پابندِ ماہ و سال نہیں

ترا خیال رکھنا ایک خوشگوار ساعت ہے
قریب پانا تجھے یہ تو ایک عبادت ہے

نہ جانے کونسی شئے ہے تری نگاہوں میں
کہیں یہ حشر بپا ہے کہیں قیامت ہے

بتا رہے ہے مجھے دوستوں کی تصویریں
سمجھ رہا ہوں یہ دشمن کی اک عنایت ہے

یہ کونسی ہے سیاست سمجھ میں آ نہ سکی
نہ نئی ہیں یہ شکلیں نئی قیادت ہے

کبھی تو دوست، کبھی اجنبی کہا تُو نے
مگر یہ رسم وفا ہے کہ تیری چاہت ہے

یہ پودے کیوں شجرِ سایہ دار بن نہ سکے
کسی کو دست درازی کی کیوں اجازت ہے

سبق کو پڑھتا ہے ہر ایک نیا مدرسہ
چمن کی مٹّی پہ تحریر جو عبارت ہے

تُو دشمنوں کی طرح سے نہ پڑھ فسانہ کو
ورق ورق مرے کردار کی حکایت ہے

خیال رکھتا کوئی رکھوں گا چشمِ تر کی طرح:
یہ میرا فن نگہِ دوست کی امانت ہے

کوئی بھی رُت ہو، یہ پیغام سناتا ہے مجھے
تری چاہت میں دلِ زار جو بُلاتا ہے مجھے

زندگی تجھ سے مروت کرنے کے لیے
ہر نئے ذہن کا منصوبہ بناتا ہے مجھے

خوش نصیبی مری تقدیر کی جبیں پر لکھ دے
اب مقدر ترے ہاتھوں سے بناتا ہے مجھے

حرف در لفظ کی خوشبو ہے ترا پیراہن
تری خوشبو کا ترنم ہی سُناتا ہے مجھے

کون ہے جو تری راہوں میں سر فراز چلے
تری راہوں میں تو ٹھوکر کا بچھاتا ہے مجھے

کس سے شکوہ کروں اب کون ہے سُننے والا
آئینہ اپنے ہی ہاتھوں کو بتاتا ہے مجھے

بات کہنا کا ہے، کیوں مجھ سے الجھتے ہو خیال
اپنے دشمن جاں سے بھی بڑھاتا ہے مجھے

مجھ پہ ہر روز یہ اندازِ شفیقانہ کیوں
میں حقیقت ہوں سمجھتا ہے تو افسانہ کیوں

رات ڈھلنے لگی آیا نہیں دیوانہ کیوں
تشنہ لب بیٹھا ہے بے صاحبِ میخانہ کیوں

کام آیا ہے چراغوں کی طرح جل جانا
ہم سے مانوس ہوا جاتا ہے پروانہ کیوں

کیا کوئی زخم نیا تم نے دیا ہے ان کو
اتنا مشہور ہوا شہر میں دیوانہ کیوں

ہم فقیرانہ صدا دے کے چلے جائیں گے
ہم فقیروں کے لیے آپ کو کاوش نہ کیوں

کوئی کردار نہیں جن کا کسی محفل میں
ایسے لوگوں سے رکھے گا کوئی یارانہ کیوں

تری خوشبو کے مہکنے سے چلا آیا ہے
بن کے رسوائی کا مجرم ترا دیوانہ کیوں

تم تو شاہوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے خیر
سامنے میرے یہ اندازِ فقیرانہ کیوں

آئینے کے شیشے کا آئینہ مقابل ہے
دیکھنا ہے یہ ہم کو کون کس کا قاتل ہے

روز میرے مرقد پہ تازہ پھول رکھتے ہیں
خلوتوں کی محفل بھی دیکھنے کے قابل ہے

تیری مطمئن کیوں ہے آج میری محفل
کیا کوئی نیا بندہ بھی کہ رازدار شامل ہے

کس کی ہیں یہ تحریریں لفظ لفظ شعلہ ہے
کیا چمن جلانے کا نقشہ مکمل ہے

کل تلک جو پھولوں کے شہر کا محافظ تھا
اس کی گرم گفتاری زہر کے مماثل ہے

بوریا بچھا کر ہم جن کے در پہ بیٹھے ہیں
اس کے گھر کا ہر لمحہ روشنی کا قاتل ہے

پھر خیال آیا ہے میکشوں کی محفل میں
میکدے سے مقتل تک موت ہے مسلسل ہے

محبت کے فن نے مجھ کو سمجھتے ہو تم
ہزاروں غم سہی لیکن یہاں پر مسکراتے ہو تم

کبھی بھی عشق کی بازی پہ نہ تہمت لگاؤ تم
سمجھ کر سوچ کر آگے قدم اپنے بڑھاؤ تم

مرے نزدیک میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ تم
مناظر جتنے ہیں اس شہر کے دلکش بناؤ تم

جہاں بھی جاؤ گے جا کر نہیں بچھڑیں گے ہم زانو
مگر یہ ہے سفر کے راستوں کو تو سجاؤ تم

ہزاروں وسوسے ہوں گے دنیا کی آنکھوں میں
مگر خوشیوں کو جشن محفل میں لاؤ تم

محبت گر نہیں دنیا میں تو کچھ بھی نہیں یارو
محبت زندگی ہے زندگی کے کام آؤ تم

پیاسوں کی داستان سمندر سنائے گا
روداد دربدروں کی منظر سنائے گا

سچ بولنا تو جرم ہے شہر میں آج کل
جو شہر میں ہوا ہے وہ خنجر سنائے گا

وہ دیکھو مہربان کہاں چھپ گئے مرے
دشمن ہی میرے حال پہ ہنس کر سنائے گا

جس کا یہ ہے ذکر یہاں تم نے سرسری
اُس کا فسانہ غم کا سمندر سنائے گا

ان کو پڑھو اور ان کی نگاہوں کو چوم لو
ہم سب کا حال زار سخنور سنائے گا

اُس کے ہی دنیا میں ہوگا نیا فتنہ درپیش
گلشن کی حالت جو یہاں ہنس کر سنائے گا

جس نے کیا ہے پھولوں کا سودا بہار میں
اُس کی کہانی وقت کا پتھر سنائے گا

کیسی کیسی دیکھی ہے ہر چمن نے بہاریں
یہ سبز سبز شاخوں کا منظر سُنائے گا

خاموشیوں کا زہر بھی پینا پڑا ہمیں
مکینوں کا حال شہر کا منظر سُنائے گا

حرارتِ شہر کہنہ ہے دیکھیے خیر آپ
پھولوں کی داستاں یہ رہ کا پتّھر سُنائے گا

دوستوں کی مجھ پہ یہ ہے مہربانی دیکھئے
دشمنوں کے لب پہ ہے میری کہانی دیکھئے

جو کہ مست پیروں اور میخانوں کی زینت بن گئے
وہ دلوں پہ کر رہے ہیں حکمرانی دیکھئے

ناصحے کتنے بھی ہوں اُن کو ہی آہ دوں گا میں
کیسے کرتے ہیں وہ میری پاسبانی دیکھئے

آپ کے غم کی کسک تھی چھوڑ کر دار شی
دوستوں نے وہ بھی لے لی ہے نشانی دیکھئے

جتنے تند آور تھے وہ بوڑھوں کی صف میں آ گئے
تم کو لڑکوں کی ہے کیسی حکمرانی دیکھئے

رزق ان کے بار دیکر ہیں روشنی ان کی اُڑان
کتنی پیاری ہے پرندوں کی کہانی دیکھئے

ہم غمِ دوراں کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں دوستو
پھر بھی لب پر ہے ہمارے شکر ذرا دیکھیے

میں تو تنہا ہی نہیں ہوں خواب کی تشہیر کا
جاگتے رہنے کا ہے میری کہانی دیکھیے

ایک ہی گلشن کے گوشے میں کھڑی ہے یوں بہار
دور تک پھیلی ہے صحرا کی کہانی دیکھیے

مسکراتا ہے جو میرا چارہ دار گلشن کی زینت
ان کی آنکھوں میں بھی ہے غم کی کہانی دیکھیے

ریگزاروں کا سفر تھا مری تنہائی کا
کوئی پودا بھی نہ تھا راہ میں شناسائی کا

حرف خوشبو تری آواز درخشندہ تری
رنگ سمندر تھا ترے حسن کی رعنائی کا

وقفہ وقفہ سے ترنم ہی چھپنے دے
آئینہ توڑ رہے ہیں تری دانائی کا

زمزمے کرتے رہے مندر کا کبھی مسجد کا
مشغلہ ڈھونڈ رہے ہیں ستم آزاری کا

نفرتوں کا جو ہے موسم وہ بدل جائے گا
وقت اب آ گیا تو تری پسپائی کا

کتنے چہرے یہاں ہونے گئے پہچانے گئے
شکریہ دوست تری انجمن آرائی کا

جانے کب میکدہ بردوش ہم ہو جائیں گے
منتظر ہے کوئی کب سے تری انگڑائی کا

پوچھتا ہے مری فطرت مجھ سے ہر لمحہ خیال
کس کو توفیق ہے میرے فن کی پذیرائی کا

گل و گلزار کو کیسے کہیں ویرانے ہیں!

ہم حقیقت میں دیوانے نہیں فرزانے ہیں

تو ہر اک شئے میں نہاں اور عیاں رہتا ہے

کیسے اب تک تری ہم ذات سے بیگانے ہیں

ہر نیا پھول مہکتا ہے تری خوشبو سے

پتے پتے پہ ترے نام کے افسانے ہیں

ورنہ یہ وقت صلیبوں کی سزائیں دیتا

یہی اچھا ہے کہ ہم شہر میں انجانے ہیں

گم ہے لگتا ہے جو کیا کرتا ہے تدبیر مجھ سے

اس کی ہر بات میں سیاست کے افسانے ہیں

کوئی چنگاری جلا سکتی نہیں دامن کو

میرے آنسو مرے دامن کے بھی دیوانے ہیں

ہر نیا شہر نئی پہچان دیا کرتا ہے

کتنے مشہور ترے شہر کے دیوانے ہیں

ہم خیال آذر و جامی ہیں رئیس اختر بھی

جتنے احباب ہیں نیر ترے دیوانے ہیں

---

جناب راشد آذر، جناب رحمٰن جامی، جناب رئیس اختر، جناب صالح الدین نیر

جانے کیوں وقت صلیبوں پہ چڑھاتا ہے مجھے
خاک کی طرح ہواؤں میں اڑاتا ہے مجھے

جس قدر غور سے اس شخص نے دیکھا ہے مجھے
اتنے ہی گہرے سمندر میں ڈبویا ہے مجھے

رات بھر جس کے شبستاں کو سجایا میں نے
وہ چراغوں کی طرح دن میں جلاتا ہے مجھے

چاہتا ہوں کہ نقاب رخ حسن اٹھے
سب کے چہروں کی لکیروں کو سمجھنا ہے مجھے

صبح دم جس کی شعاعوں میں تھا پیغام حیات
دوپہر تک اسی سورج نے جلایا ہے مجھے

جس کی آواز پہ اٹھتے ہیں زمانے کے قدم
اس کی آواز میں آواز ملانا ہے مجھے

روشنی کی زد میں ہیں حباب سارے دیکھئے
دوستوں میں کون ہیں دشمن ہمارے دیکھئے

ایک لمحہ کیا رُکا اُن سے بچھڑے دوستو
فاصلے طے ہو گئے صدیوں کے سارے دیکھئے

ذرّہ ذرّہ شہر کا گردوں کی صورت ہو گیا
آپ کے نقشِ قدم کتنے ہیں پیارے دیکھئے

اک طرف حرارت بدلے اک طرف موسم کی بات
ہو گئے ویران کتنے گھر ہمارے دیکھئے

شہر کی خوشبو لے کر کیا پرندے اُڑ گئے
آسمانوں پر بھی ہیں غم کے نظارے دیکھئے

زندہ کتنے ہو سیرِ چمن سے دوستو!
کام کی شے بن گئے نغمے ہمارے دیکھئے

تب پرندوں کی اُڑانوں کو ہمیں آئی خبر!
جب پرندے اُڑ گئے گلشن کے سارے دیکھئے

آئینوں کے شہروں میں پتھروں کا موسم ہے
ہر گلی میں بستی کے قاتلوں کا پرچم ہے

تم نے کتنے زخموں کے پھول چن لیے اب تک
دل شکستہ لوگوں کی فکر تم کو پیہم ہے

کچھ چراغ سینے میں صرف جھلملاتے ہیں
آپ کے شبستاں کی روشنی بھی مدھم ہے

بجھ گئے ہر اک میں لیکن شہر تیرہ ہے روشن
بے چراغ محسن کی آبروئے غم ہے

عمر شادمانی کی کٹ گئی تو ہے لیکن
سلسلہ ترے غم کا آج تک بھی قائم ہے

رند سارے محفل میں خالی جام بیٹھے ہیں
شہر میں خرابات کے تشنگی کا موسم ہے

نگرِ ٹیپو کا شہر ترے بانکپن کا رنگ
ہجوں کی انجمن ہے تری انجمن کا رنگ

حد نہ دور تک ہے جو ویران بستیاں
پھر کیوں دھواں دھواں سا ہے اپنے چمن کا رنگ

ہر محورِ فن کے آئینے چمکائیے جناب
صدیوں سے کہہ رہا ہے یہ شعر و سخن کا رنگ

برفیلے شہر میں بھی چلو ایک دو قدم
سبزہ اُگا رہا ہے دہر میں علم و فن کا رنگ

سو آئینے بنائیے اک ایک شعر سے
محفل میں جب بکھرتا ہے شعر و سخن کا رنگ

حضرت کہہ رہے ہیں کہ اب خیر ہو میاں
کیا غضب ڈھائے گا دیوانہ پن کا رنگ

اللہ جانے کون مرے در اندر آ گیا
شاداب کر رہا ہے جو شعر و سخن کا رنگ

یاروں سے اب دوستی رکھی کہ لگا مجھے
جب منفردوں نے یہ میرے سخن کا رنگ

ہر لمحہ کہہ رہا ہے سخنور سے دوستو
تم آئینہ بنا دو میں بن جاؤں فن کا رنگ

سارے جہاں میں دھوم مچا دو خیر اب
اردو زبان بن گئی ہے علم و فن کا رنگ

وہ جس نے غم بھی میرے لیا ہے
نہ جانے وہ بار بار کیوں پوچھتا ہے

ہنرمندوں نے بھی یہ کہہ دیا ہے
قلم خوشبوئے دل کا آئینہ ہے

جو صدیوں سے یہاں گرمِ سفر تھے
کہاں وہ کارواں وہ قافلہ ہے

دیا جس نے زمانے بھر کو دھوکا
بھروسہ اُس کا زمانے پہ ہوا ہے

کہاں جائے گی یہ خوشبو چمن کی
جدھر تم ہو اُدھر بادِ صبا ہے

سوئے عکسِ آئینہ کے پڑا کیا ہوں
تعاقب میرا کیوں تو کر رہا ہے

وگرنہ میری رُودادِ سفر کیا
مرے ہمراہ کون چل رہا ہے

شرافت کی لکیروں کو مٹا دینا
مجھے کیوں تو یہ زحمت دے رہا ہے

ٹھکی میخیں نہ ان چوکھٹ پہ یارو
وجود اپنا حیف اک آئینہ ہے

ترے لہجے سے واقف ہو گیا ہوں
بدن کے لہجہ میں تڑپ رہا ہے

صنوبر پر نئے ان پی چمن میں یارا
یہیں تو زندگی سے پوچھنا ہے

اُسی وقت اَر نئے اِن ہے سرزنش
سمندر پر بھی جو پیاسا کھڑا ہے

یہاں اب کے بہت شہرِ چمن میں یارا
گمان بھی ہمیں صحرا لگا ہے

یہاں پھر کشتیاں آئی جبھی یارا
سمندر ساحلوں سے پوچھتا ہے

چلے گا مقتلوں میں سر اٹھا کر
ترا دیوانہ کیوں بکنے چلا ہے

خزاں ہر رُت سے میں یہ کہہ رہا ہوں
مرا دل آئینہ بے آئینہ ہے

سبب صلیب کا سرِ طرح کون تھا نہیں معلوم
جھلک دکھا کے کہاں چھپ گیا نہیں معلوم

سجے تھے دار و رسن کس لیے ہوا نہیں معلوم
عدو نہ خوش تھا مگر کیا رہا نہیں معلوم

ہمیں تو صرف نگاہوں سے بات کرنی ہے
رموزِ جام و سبو میں ہے کیا نہیں معلوم

دیا و خضر بھی معتبر تھے شمعِ منزل تک
مگر کہاں تھے ترے نقشِ پا نہیں معلوم

کڑی تھی دھوپ مگر سایہ دار موسم تھا
شجر شجر میں نہاں کون تھا نہیں معلوم

اندھیرے پھیل رہے تھے تمام شہر و دیار
کہاں پہ قافلۂ صبح تھا نہیں معلوم

سنی ہے تو نے کہا بہت ہوا کچھ تو بولو میاں
خموش رہنے کا کیا ہے سبب نہیں معلوم

بہت دنوں سے تھی جس کا انتظار مجھ کو خیال
وہ میرے دل میں یا آنکھوں میں تھا نہیں معلوم

مری آسودگی کو دوستو! چرچا جہاں تک ہے
مری محرومیوں کا تذکرہ آخر بھی وہاں تک ہے

متاعِ زندگی تھے جتنے آنسو چھن گئے ہم سے
ہمارے دوستوں کی مہربانی بھی یہاں تک ہے

دیوں کی روشنی کو ہر طرح محدود مت کیجے
ہماری داستاں صحرا سے گلستاں تک ہے

ہر اک لمحہ نئے انداز سے ہم قتل ہوتے ہیں
ہمارے قتل کی سازش نگاہِ مہرباں تک ہے

ہمیں کب تک اندھیروں میں رکھو گے قافلے والو
ہماری تشنگی کو حکمِ میرِ کارواں تک ہے

حیاتِ دل گرفتہ سے نہ پوچھو سر پہ کیا گزری
تمہاری گفتگو کا لطف آنکھوں سے زباں تک ہے

تو صدرِ مملکت ہے محبت کا پیکر

تو آئینہ ہے اُلفت کا پیکر

تو عنبرِ وقت ہے ہر عنبر سے

تیرے پیچھے ہوگا صداقت کا پیکر

# پیار کا وعدہ

پیاری نرسمہ دھرتی کے ذرے ذرے پر
پھولوں کی برسات ہوئی ہے
ڈالی ڈالی خوشبو پھیلے
پتے پتے امرت گھولے
دشمن بھی اب موسم سے شرمندہ ہوکر
ہے لرزیدہ
سچ مچ کے تم جب آؤ گے
پیار کے موسم کی نگری میں
جیون امرت خود برسے گا
پیار کا آنگن ہرئے گا
جیسے ساون کے دیوتا
تم بھی ہم بھی سب مل کر ہی کھیلیں گے
منظر دیکھو پھر کیا ہوگا

لحظہ بہ لحظہ

پھولوں کی برسات ہنسے گی

مدھ سروں میں گیت نرالے

کرشن کنہیا کی بنسی کو

سننے سارا شہر اٹھے گا

نیکی ہی کام آئے گی دیکھو

تم بھی آخر کچھ تو بولو

وعدہ کرو تم پیار کا کرو

اس دھرتی کی پتھریلی وادی کو بھی تم

گلشن کہنا!

# ग़ज़ल

आइने के शैदाई[1], आइना मुक़ाबिल है
देखना है ये हम को, कौन किस का [2]क़ातिल है

रोज़ मेरे कमरे में, ताज़ा फूल खिलते हैं,
[3]ख़िलवतों की महफ़िल भी देखने के [4]काबिल है

इतनी [5]मुतमइन क्यों है आज लैला-ए-महमिल[6],
क्या कोई दिवाना भी कारवाँ में शामिल है

किस की हैं ये [7]तहरीरें, [8]लफ़्ज़ लफ़्ज़ शोला है,
क्या चमन जलाने का [9]इंतेज़ाम कामिल है

कल तलक जो फूलों के शहर का [10]मुहाफ़िज़ था,
उस की गर्म गुफ़्तारी[11], ज़हर के [12]मुमासिल है

बोरिया बिछा कर हम जिस के [13]दर पे बैठे हैं,
उस के घर का हर [14]लम्हा, रौशनी का [15]क़ातिल है

फिर ख़याल आया है [16]मैकशों की महफ़िल में,
[17]मैकदे से [18]मक़्तल तक [19]तौक़ है [20]सलासिल है

१. चाहने वाले, २. हत्यारा, ३. एकांत, ४. योग्य, ५. संतुष्ट, ६. लैला की पालकी, ७. लेख, ८. शब्द शब्द, ९. पूर्ण व्यवस्था, १०. रक्षक, ११. तीव्र वार्तालाप, १२. समान, १३. द्वार, १४. पल, १५. हत्यारा, १६. शराब पीने वालों, १७. मधुशाला, १८. हत्या स्थल, १९. गले का लौह फंदा, २०. ज़ंजीर

# ग़ज़ल

तेरा ख़याल भी इक [1]ख़ुशगवार [2]साअत है
क़रीब पाना तुझे ये भी इक इबादत है

न जाने कौन सी शै है तेरी निगाहों में,
कहीं तो [3]हश्र बपा है, कहीं क़यामत है

बता रहा है मुझे दोस्तों की तल्ख़ियों,
समझ रहा हूँ ये, दुश्मन की इक [4]इनायत है

ये कौन सी है [5]सियासत, समझ में आ न सकी,
नई नई हैं ये [6]शक्लें, नई [7]क़यादत है

कभी तो दोस्त, कभी [8]अजनबी कहा तूने,
मगर ये [9]रस्मे वफ़ा, है कि तेरी चाहत है

ये पैदे क्यों इजरे रस य दर बन न सके,
किसी को [10]दस्तदराज़ी की क्यों [11]इजाज़त है

उसी को पढ़ता है हर साल का नया मौसम,
चमन की मिट्टी पे [12]तहरीर जो [13]इबारत है

तू दुश्मनों की तरह से न पढ़ फ़साने को,
[14]वरक़ वरक़ मेरे [15]किरदार की हिकायत है

ख़याल, उस को मैं रखूँ, [17]चश्मे तर की तरह,
ये मेरे फ़न [18]निगाहे दोस्त की [19]अमानत है

१. आनन्दप्रद, २. पल, ३. क़यामत प्रलय, ४. कृपा, ५. राजनीति, ६. चेहरे, ७. नेतृत्व, ८. अपरिचित, ९. दोस्ती के प्रथा, १०. हस्तक्षेप, ११. अनुमति, १२. लिखी हुई, १३. लेख १४. पृष्ठ पृष्ठ, १५. चरित्र, १६. कही हुई बात, १७. भीगी आँखें, १८. मित्र की नज़र, १९. धरोहर

## ग़ज़ल

तू आईनों की तरह हर नज़र में रहता है
तेरा [1]वजूद [2]लिबासे सहर में रहता है

नज़र तो रखती है इन ज़ाहिरी उजालों पर,
किसे ख़बर है कि क्या क्या सहर में रहता है

[3]हयात उस पे चलाती है [4]नश्तरे अलम,
जो शख़्स [5]सीनाए अहले हुनर में रहता है

है जिसकी आँखों में, सदियों के फ़ासले का [6]भरम,
वो एक लम्हा तेरी [7]रहगुज़र में रहता है

यही तो ख़ूबी है, इस अजनबी मुसाफ़िर की,
दीवाना बन के तेरी रहगुज़र में रहता है

इसी लिए तो मैं, [8]जश्ने सहर मनाता हूँ
तुम्हारी ख़ुशबू का झोंका सहर में रहता है

[9]मिज़ाजे दोस्त से [10]वाक़िफ़ नहीं है दीवाना,
कभी तो दिल में कभी तो नज़र में रहता है

किसी की गुफ़्तगू होंटों पे जम गई है ख़याल
फ़साना मेरा जहाँ की नज़र में रहता है

१. अस्तित्व, २. सुबह के लिबास, ३. जीवन, ४. कष्टों का खंजर, ५. कलाकारों के सीनों में, ६. रहस्य, ७. मार्ग, ८. सुबह का समारोह, ९. मित्र के स्वभाव से १०. परिचित

# ग़ज़ल

मेरे ¹फ़र्सूदगी का दोस्तो, चर्चा जहाँ तक है
मेरी ²महरूमियों की ³हद्दे आख़िर भी वहाँ तक है

⁴मताए ज़िंदगी थे जितने आँसू छिन गए हमसे,
हमारे दोस्तों की मेहरबानी भी कहाँ तक है

दिलों की रोशनी को इस तरह ⁵महदूद मत कीजे,
हमारी ⁶दास्ताँ सहर से लेकर गुलसिताँ तक है

हर इक लम्हा नए अंदाज़ से हम क़त्ल होते हैं,
हमारे क़त्ल की ⁷साज़िश निगाहे मेहरबाँ तक है

हमें कब तक अँधेरों में रखेंगे क़ाफ़िले वाले,
हमारी ⁸तिश्नगी का हाल, ⁹मीरे कारवाँ तक है

ख़याले ¹⁰दिल गिरफ़्ता से न पूछो उस पे क्या गुज़री,
तुम्हारी ¹¹गुफ़्तगू का ¹²लुत्फ़, आँखों, की ज़बाँ तक है

१. टूटे, २. अभाव, ३. अंतिम सीमा, ४. जीवन-धन, ५. सीमित, ६. कहानी, ७. षड्यंत्र, ८. प्यास, ९. क़ाफ़िले का सरदार, १०. दुखी, पीड़ित, १२. मज़ा आनंद

# ग़ज़ल

तेरी निगाह सलामत मुझे ¹ज़वाल नहीं
कोई भी रुत हो बहकने का सवाल नहीं

मैं सोच भी नहीं सकता किसी के बारे में,
²बजुज़ तुम्हारे कोई ³मर्कज़े ख़याल नहीं

उड़ान जितनी हो, उतना ही ⁴रिज़्क़ मिलता है,
हों ⁵बालो पर जो ⁶सलामत तो कुछ ⁷मलाल नहीं

हमें भी ⁸ख़ानाबदोशों में जो करे ⁹शामिल,
क़बीले वालों में वो ¹⁰साहिबे कमाल नहीं

तमाम शहर की है रौशनी निगाहों में
तुम्हारी ¹¹दीद का, अब तो कोई सवाल नहीं

ख़याल आया कि, है मैं सनों का दीवान,
इसी लिए तो वो, ¹²पाबन्दे माहो साल नहीं

१. पतन २. तुम्हारे सिवा, ३. केन्द्रीय भाव, ४. भोजन, ५. पंख, ६. सुरक्षित ७. दुख, ८. बंजारों, ९. सम्मिलित, १०. समर्थ, ११. दर्शन, १२. समय का पाबन्द

जो [14]फ़ितनागर हैं उन को शहर में दाख़िल न होने दो,
कोई भी रुत हो दुनिया की, हमेशा मुस्कुराते जाना

यहाँ [15]सरगोशियाँ दीवाने लोगों की [16]ग़नीमत हैं,
न अब हम को [17]ख़िरद का कोई अफ़साना सुनाते जाना

हर इक लम्हा [18]रिफ़ाक़त का, करो दौलतें [19]तक़सीम ना,
अगर दिल की वफ़ा का, आईना ख़ूब बनाते जाना

कोई भी [20]मरहला हो, जो तुम्हारे काम आए,
ख़याल अच्छा है अपने साथ रख कर आज़माते जाना

१. पलपल, २. कलंक, ३. समीप, ४. दृश्य, ५. सुंदर, ६. आशंकाएँ, ७. समारोह, ८. यादें, ९. हरियाली, १०. प्रेम का निशान, ११. रोनेवाले, १२. प्रेम की बाढ़, १३. गलियाँ, १४. षड्यंत्रकारी १५. राज़ की धीमी आवाज़ें जो कान में कही जाती हैं १६. प्याला, १७. बुद्धिमानी, १८. सहवास, १९. बाँटना, २०. कठिनाई

## ग़ज़ल

कोई भी हालत हो, ये [1]पैग़ाम सुनाना है मुझे
तेरी चाहत में दिलो जान लुटाना है मुझे

ज़िंदगी तुझ से मुलाक़ात करने के लिए,
हर नए ज़हन को [2]मंसूर बनाना है मुझे

ख़ुशनसीबी मेरी [3]क़िस्मत से जबीं पर लिख दे,
अब मुक़द्दर तेरे हाथों से बनाना है मुझे

हर्फ़ और [8]लफ़्ज़ की ख़ुशबू है तेरा [4]पैराहन,
तेरी ख़ुशबू का तराना ही सुनाना है मुझे

कौन है जो तेरी राहों में, [5]सरअफ़राज़ चले,
तेरी राहों में तो आँखों को बिछाना है मुझे

किस से [6]शिकवा करूँ, अब कौन है सुनने वाला,
आइना अपने ही हाथों को बनाना है मुझे

बात अपनों की है क्यों मुझ से उलझते हो ख़याल,
[7]राबता दुश्मने जाँ से भी बढ़ाना है मुझे

१. संदेश, २. ऐतिहासिक सत्यवादी पुरुष जो सत्य के लिए सूली पर झूल गए थे, ३. मस्तक पर, ४. लिबास, पहनावा, ५. सर उठा के चले, ६. उलाहना, उपालंभ, ७. संबन्ध, सम्पर्क, ८. शब्द

# ग़ज़ल

पत्तों की दास्तान समन्दर सुना गया
[1]रूदाद [2]आबलाओं की, मंज़र सुना गया

सच बोलना तो जुर्म है शहरों में आजकल,
जो शहर में हुआ है वो खंजर सुना गया

वो देखो मेहरबान कहाँ छुप गए मेरे,
दुश्मन ही मेरी दास्ताँ भूल कर सुना गया

जिस का किया है [3]ज़िक्र यहाँ सुन ले [4]सरसरी,
उस का फ़साना मन का समन्दर सुना गया

उस को पढ़ो और उस की निगाहों को चूम लो,
हम सब का हाले ज़ार, [5]सुख़नवर सुना गया

उस के ही दिल में होगा नया [6]फ़ितना और शर,
गुलशन का हाल जो यहाँ हंसकर सुना गया

जिस ने किया है फूलों का सौदा बहार में,
उस की कहानी वक़्त का पत्थर सुना गया

क्या क्या किया है [7]अहले चमन ने बहार में,
ये [8]सब्ज़ सब्ज़ शाख़ों का मंज़र सुना गया

ख़ामोशियों का ज़हर भी पीना पड़ा हमें,
मेलों का हाल शहर का मंज़र सुना गया

हालाते शहर लिखना है लिखिए ख़याल आप,
फूलों की दास्ताँ यहाँ, पत्थर सुना गया

१. ब्योरा, २. दुखों, ३. वर्णन, ४. ऊपरी तौर पर, ५. लेखक, ६. कुवृत्ति, ७. चमन वाले, ८. हरी हरी

# ग़ज़ल

हर अदा को तेरी, हम [1]राहते जाँ कहते हैं
तुझ को हम [2]चारागरे दर्दे जहाँ कहते हैं

एक दो जाम की [3]तौफ़ीक़ नहीं होती जिसे,
ऐसे हर शख़्स को, हम पीरे [4]मुग़ाँ कहते हैं

[5]आतिशे दिल की है ठंडक [6]ग़मे जानाँ का [7]तवाफ़
दिल को मिल जाती है [8]तस्कीन यहाँ कहते हैं

उस के आँगन में ही फूलों को हवा मिलती है,
जिस को हम [9]साहबे किरदार यहाँ कहते हैं

तुझ से क्या पूछते हो, दोस्तो [10]रूदादे चमन
हाल गुलशन का मेरे [11]अश्के रवाँ कहते हैं

जिस को मिट्टी भी [12]मयस्सर नहीं मैख़ाने की,
उस को फिर किस लिए [13]मैख़्वार यहाँ कहते हैं

कितना अच्छा है तेरे चाहने वालों का ख़याल,
कौन सी शै है जिसे [14]दर्दे निहाँ कहते हैं

१. प्राणों का सुख, २. दुनिया के दर्द का इलाज करने वाला, ३. जो एक दो जाम भी नहीं दे सकता, ४. साकी, ५. दिल की आग, ६. प्राणों का गम, ७. परिक्रमा, फेरे, ८. संतुष्टि, ९. चरित्रवान, १०. चमन का ब्यौरा, ११. बहते आँसू, १२. प्राप्त, १३. पीने वाला, १४. छिपा हुआ दर्द

# ग़ज़ल

ग़ज़ल [1]हयात है, [2]ख़ुश फ़हमियों का ख़्वाब नहीं
ग़ज़ल है [3]वस्ल, ग़ज़ल [4]तोहमते शबाब नहीं

सुकून चैन मसर्रत कहाँ से पाओगे,
तुम्हारे शहर में [5]फ़ैज़े इक्तिसाब नहीं

यह सुबह भी है तेरी, शाम भी तो तेरी है,
तेरे बग़ैर कोई ख़्वाब मेरा ख़्वाब नहीं

तुम्हें है [6]वास्ता, कब आइनों की महफ़िल से,
तुम्हारे ज़ेहन में कब से चमकता ख़्वाब नहीं

ये फ़ासले हैं तो [7]चश्मे करम के [8]ज़ामिन हैं,
तुम्हारी [9]बेख़बरी, [10]बाइसे इताब नहीं

बड़ी कमी है यहाँ अब भी [11]आलीजनाबों की,
इसी लिए हैं तो ग़म सब को [12]दस्तयाब नहीं

समझ के सोच के पढ़ना ख़याल दिल की किताब,
ये शायरी है, फ़सानों की ये किताब नहीं

१. जीवन, २. इतराना, ३. मिलाप, ४. यौवन का कलंक, जवानी का कलंक, ५. कमाने का लाभ, ६. संबन्ध, ७. दया - दृष्टि, ८. ज़मानत देने वाले, ९. असावधानी, १०. उपेक्षा का कारण, ११. सज्जनों, १२. उपलब्ध, हासिल

## ग़ज़ल

जाने क्यों वक़्त [1]सलीबों पे चढ़ाता है मुझे
धूप की तरह हवाओं में उड़ाता है मुझे

जिस क़दर ग़ौर से उस शख़्स ने देखा है मुझे,
उतने ही गहरे समंदर में डुबोया है मुझे

रात भर जिस के [2]मजलिसों को सजाया मैंने
वो चराग़ों की तरह, दिन में जलाता है मुझे

चाहता हूँ कि [3]निक़ाबे रुख़े अहसास उठे,
सब के चहरों की लकीरों को समझना है मुझे

[4]सुबहे दम जिस की [5]शुआओं में था [6]पैग़ामे हयात
दोपहर को उसी सूरज ने जलाया है मुझे

जिस की आवाज़ पे उठते हैं ज़माने के क़दम,
उस की आवाज़ में आवाज़ मिलाना है मुझे

१. सूली, २. सभा, ३. चहरे का आवरण ४. सवेरे सवेरे ५. किरनें, ६. जीवन-संदेश

# ग़ज़ल

तू अपने ख़ून का [1]इंसाफ़ करना चाहता है
[2]मसीहे वक़्त तो क़ातिल के घर में बैठा है

लहू रगों में रहे या ज़मीं के [3]दामन पर,
ये [4]फ़ैसला तो इसी वक़्त हम को करना है

कली कली को [5]गुलिस्ताँ में सँवार रखने लगी,
न जाने [6]क़ाफ़िलए गुल कहाँ पे ठैरा है

नज़र है सब की [7]तबस्सुम नवाज़ चेहरों पर
गुज़र रही है जो हम पर ये किस ने देखा है

ज़माना ढूँढ रहा है, गली गली जिस को,
नज़र बचा के मेरे साथ साथ रहता है

हज़ारों फूल खिला रहे थे, जिस ने गुलशन में,
वो इक कली के [8]तबस्सुम को अब तरसता है

ख़याल बैठे हैं हम सर झुका के ज़ानों पर
ज़माना वो है कि ख़ुद अपना बोझ ढोता है

१. न्याय, २. दर्द का वैद्य, ३. आँचल, ४. निर्णय, ५. बाग़, ६. फूलों का कारवाँ, ७. मुस्कुराहट बिखेरने वाले चेहरे, ८. मुस्कान.

# ग़ज़ल

[1]आइना बन के तेरे शहर में जब आऊँगा
हर नए [2]ज़हन को, तेरी तरह चमकाऊँगा

मैं [3]चराग़े सफ़रे दर्द भी बन जाऊँगा
बेज़बाँ चेहरों पे, हँसने की अदा लाऊँगा

यों तो [4]सुर्ख़ी है मेरे नाम की अख़बारों में,
कब तलक शहर में, मैं अजनबी कहलाऊँगा

बात कुछ दिन की है, मौसम तो बदल जाने दे,
तेरी [5]आँखों के लिए, ख़्वाब नया लाऊँगा

मेरे कश्कोल में ख़ुशबू है तेरे हाथों की,
मैं जहाँ जाऊँगा, [6]शहज़ादा ही कहलाऊँगा

तुझ को मालूम है, आदाबे मुहब्बत क्या है
तुझ को मैं हाथ लगाऊँगा तो जल जाऊँगा

लोग जब आएँगे, [7]तफ़हीमे मुहब्बत के लिए,
मैं तेरे फूल से लहजे का [8]इतराफ़ पाऊँगा

जब भी आ जाएगा, तपते हुए [9]सहरा का ख़याल
तेरी ज़ुल्फ़ों की घनी छाँव में सो जाऊँगा

१. दर्पण, २. मस्तिष्क, ३. दर्द के सफ़र का दीपक, ४. शीर्षक, ५. भिक्षा-पात्र, ६. प्रेम का सम्राट, ७. प्रेम-व्याख्या, ८. समापन, ९. मरुभूमि

## ग़ज़ल

ज़माना दौड़ रहा है किरन किरन के लिए
[1]हयात चीख़ रही है इक [2]अंजुमन के लिए

बहार देखो परेशान है, चमन के लिए
हो जैसे कोई [3]ग़रीबुल वतन, वतन के लिए

[4]शुऊरे अहले ख़िरद के [5]हुदूद [6]दैरो हरम,
[7]सलीबो दारो सलामत, दिवानेपन के लिए

चलो तो [8]सुब्हे बनारस, रुको तो [9]शामे अवध
बस इस के बाद की हर इक [10]अदा [11]दकन के लिए

क़दम क़दम पे है सूरज के आईने लेकिन,
तरस रहा है ज़माना किरन किरन के लिए

मैं दिल को [12]आईनाख़ाना बनाए बैठा हूँ,
तेरी हर इक अदा, तेरे बाँकपन के लिए

गुलाब उगाता रहा कल तलक यहाँ जो बदल,
मिले हैं [13]ख़ार उसे, अपने [14]पैरहन के लिए

१. जीवन, २. सभा, ३. स्वदेश से बिछड़ा हुआ, ४. बुद्धिमान लोग, ५. सीमाएँ, ६. मंदिर मस्जिद, ७. सूली, ८. बनारस की सुबह, ९. अवध की शाम, १०. अंदाज़, शैली, ११. हैदराबाद दकन, १२. सृंगार-भवन, १३. शूल, काँटे, १४. लिबास, परिधान

# ग़ज़ल

¹नश्शा-ए-ग़म ही फ़क़ीरों का है ²ज़ौक़े हयात
कितनी मुश्किल से हुआ है हमें ³इरफ़ाने हयात

तुझ से मेल करते, बिछड़ ही नहीं है हम को,
तेरी ⁵ज़ुल्फ़ों की घनी शाम है ⁴दामने हयात

मैकदे में तेरी आँखों के सिवा कुछ भी नहीं,
⁶हश्र उठता है तेरे मैख़ाने से ⁷जाने हयात

शाम होते ही ⁸नशेमन की तरफ़ उड़ जाना,
हर परिंदे का यही होता है ⁹अरमाने हयात

भीगी पलकों के सिवा, तुम ने दिया ही क्या है,
दोस्तो देख तो लो, ये भी है ¹⁰सामाने हयात

मेरी आँखों में तो इक फूल सा चेहरा है ख़याल,
जिस की ख़ुशबू से महकता है, ¹¹गुलिस्ताने हयात

१. दुखों का नशा, २. जीवन का शौक़, ३. ज्ञान, ४. जीवन का आँचल, ५. अलकों, केशों, ६. क़यामत, प्रलय, ७. जीवन की आत्मा, ८. घोंसले, ९. जीवन की कामना, १०. जीवन-सामग्री, ११. जीवन का बाग़

# ग़ज़ल

इश्क़ भी [1]नेहाँ अपन, दर्द भी नेहाँ अपन
हुस्न के नि हों नें, क़ैद है जहाँ अपन

अ ज क नए इंसाँ, अपने रह से हट कर,
छोड़ दिए [2]रक़ीं अपन, छोड़ दिए [3]गुनाँ अपन

हथ तक दुआओं के, अज उठ नहीं सकते,
छोड़ दिए है इंसाँ ने, [4]लहजए फ़ुग़ाँ अपन

कितने अँधेरे आए, कितने मरहले आए,
देखिए [5]सल मत है, अब भी आशियाँ अपन

फ़ासले ही बेहतर हैं, [6]क़ुरबतों की महफ़िल से,
देखन है कब होग, दुश्मन आसमाँ अपन

रस्ते बदलते हैं, मैसमों के डर से लोग,
हम न रस्त बदले और न कारवाँ अपन

कहदो तुम हवओं के, [7]तेज़ो तुंद झोंकों से,
फिर सजने वले हैं, लोग आशियाँ अपन

हर [8]नफ़स नई ख़ुशबू, हर तरफ़ उजल है,
कौन है अंधेरों में, देखो मेहरबाँ अपन

दौस्तों की तस्वीरें, जब हटाईं नज़रों से,
तब हुआ ख़्याल आख़िर वक़्त मेहरबाँ अपन

१. छेप हुआ, २. देशवस, ३. अदेशवस, ४. आहों क ढंग, ५. सुरक्षित, ६. समीप्य, ७. तेंद्र, ८. पल, ९. कठिनाइयाँ

# ग़ज़ल

[1]रफ़ीक़ जान के जिस पर भी एतेबार किया
उसी ने मेरी शराफ़त से पहला वार किया

नई बहार ने पहला क़दम जमाते ही,
चमन में [2]पैरहने गुल को तार तार किया

तमाम उम्र बढ़ाया न मैंने [3]दस्ते तलब,
तेरी [4]निगाहे करम ही पे [5]इंहेसार किया

कहाँ कहाँ नहीं ढूँढा मेरी नज़र ने तुझे,
कहाँ कहाँ न तेरा मैंने इंतेज़ार किया

ज़माने भर की ख़ुशी, तुझ को ढूँढती ही रही,
कुछ इस तरह से मुझे तूने [6]बेक़रार किया

ख़याल तुम भी बहारों के साथ थे कल तक,
बताओ किस ने [7]गुलिस्ताँ को [8]दाग़दार किया

१. मित्र, २. फूलों का लिबास, ३. माँगने के लिए हाथ, ४. दया-दृष्टि, ५. आधारित, ६. व्याकुल, बाग़,
८. कलंकित

# ग़ज़ल

तुझ से मिलने का जैसे शौक़ है ¹अरमाँ है बहुत
आज इन हाथों में ले कर वो परेशाँ है बहुत

उस के पीछे नया ²ज़िंदाँ, नई ज़ंजीरें हैं,
जिस के ³कशकोल में, रुसवाई का सामाँ है बहुत

उस को मालूम नहीं ⁴आतिशे दिल क्या ⁵शै है,
आशियाँ मेरा जला कर वो ⁶पशेमाँ है बहुत

दोस्तो अपने मकानों से निकल कर देखो,
जिस के आँगन में उजाला है, परेशाँ है बहुत

हम को यूँ देख के, तुम ⁷बेसरो सामाँ न कहो,
हम फ़क़ीरों के लिए, दर्द का सामाँ है बहुत

उस को मालूम तो हो, ⁸शब के इरादे क्या हैं,
जिस के हाथों भी नई सुबह का सामाँ है बहुत

ऐसे दीवाने कहाँ मिलते हैं, बतला ओ ख़याल,
जिन को ⁹तज़ईने चमन साज़ी का अरमाँ है बहुत

१. कामना, २. कारागृह, ३. भिक्षापात्र, ४. दिल की आग, ५. चीज़, ६. लज्जित, ७. निराश्रित, ८. रात,
९. चमन का शृंगार करना

## ग़ज़ल

हम तेरे [1]नक़्श-ए-कफ़-ए-पा के निशाँ तक पहुँचे
चलो अच्छा हुआ [2]तहज़ीब जहाँ तक पहुँचे

हर तरफ़ आग का तूफ़ाँ है जहाँ तक पहुँचे,
देखिए शहर के हालात कहाँ तक पहुँचे

[3]सुर्ख़रू कौन है इस दौर में क़ातिल के सिवा,
ख़ून ही ख़ून है हर [4]सम्त जहाँ तक पहुँचे

क्या [5]निज़ाम-ए-चमन-ओ-[6]शहर-ए-वफ़ा है यारो
फूल से चेहरे भी अब [7]जौर-ए-ख़िज़ाँ तक पहुँचे

[8]चारागर भी वही क़ातिल वही [9]हाकिम भी वही,
कैसे फ़रियाद मेरी [10]नोक-ए-ज़बाँ तक पहुँचे

सारे तलवार-ज़नी [11]शोला-बकफ़ गर्म हवा,
मुस्कुराने के लिए हम भी कहाँ तक पहुँचे

देखे आते हैं [12]हवादिस मेरे पीछे यारो
जैसे [13]आसेब कोई ख़ाली मकाँ तक पहुँचे

एक इंसान को इंसाँ ही समझ सकता है
बात फूलों की है क्यों [14]तेग़-ओ-सिनाँ तक पहुँचे

सब के हाथों में मगर जाम नज़र आते हैं
हम 'ज़ुदल', आप के [15]हमराह कहाँ तक पहुँचे

१. पद चिह्न, २. सांस्कृतिक स्तर, ३. सफल, ४. ओर, ५. चमन की व्यवस्था, ६. दोस्ती का नगर, ७. पतझड़ का अत्याचार, ८. हकीम, ९. शासक, १० तक ११. आग से भरी हुई, १२. दुर्घटनाएँ, १३. भूत, १४. हथियार, १५. साथ

# नाते शरीफ़

[1]सूए बतहा मुझे जाने दे चले जाने दे
मेरा आक़ा मेरी हालत बदल जाने दे

बाद में मुझ को कोई नाम से [2]मंसूब करे,
पहले दीवाना मुहम्मद का ये कहलाने दे

रौशनी आँखों को, घर घर में कहाँ तस्कीन,
गुंबदे शाहे मदीना तो नज़र आने दे

एक ही पल में, मदीना भी पहुँच जाऊँगा,
मेरे आक़ा को ज़रा याद तो फ़रमाने दे

मैं तो [3]बीमारे मुहब्बत हूँ संभल जाऊँगा,
मुझ को सरकार के दामन की हवा खाने दे

है ख़याले शहे कौनैन मेरे दिल में ख़याल
याद सरकार मेरी नस नस में समा जाने दे

१. प्रदेश बतहा की ओर, २. संबद्ध, ३. प्रेम का रोगी, ४. हज़रत मुहम्मद

# नाते-शरीफ़

मैं कब से देख रहा हूँ नबी तुम्हारी तरफ़,
कि तुम को देखना, है देखना ख़ुदा की तरफ़
मैं कैसे आऊँ मदीने की राजधानी में,
ए [1]बादशाहे हरम इक निगाह मेरी तरफ़

तुम्हारी याद को सीने से जब लगाता हूँ,
मैं ज़िंदगी के हर इक ग़म को भूल जाता हूँ।
तुम्हारी याद में क्या बात है ख़ुदा जाने,
मैं एक पल में मदीना भी जाके आता हूँ।

तुम्हारी याद ही हर दर्द का [2]मुदावा है,
तुम्हारी याद ही तनहाई का सहारा है
तुम्हारी याद ही [3]महशर में काम आएगी,
तुम्हारी याद ही [4]उक़बा है मेरी दुनिया है

तुम्हारी याद जन्नत है ज़िंदगानी की,
तुम्हारी याद [5]सदाक़त है ज़िंदगानी की
तुम्हारी याद मुहब्बत भी है [6]इबादत भी,
तुम्हारी याद [7]बशारत है ज़िंदगानी की

ख़याल जब से मदीने का आ गया है मुझे,
हर एक [8]लम्हा सदी बन के डस रहा है मुझे
नबी जी आज अता इक [9]निगाहे लुत्फ़ो करम,
तुम्हारी याद ने बेचैन कर दिया है मुझे।

१. हज़रत मुहम्मद, २. इलाज, ३. क़यामत, ४. अंतिम ठौर, ५. सच्चाई, ६. पूजा, ७. भविष्य-कथन, ८. क्षण, पल, ९. स्नेह की दृष्टि

# नाते-शरीफ़

दोनों [1]आलम पे [2]फ़तह पाई है।
[3]शाहे दीं की अजब [4]गदाई है।

[5]ज़िक्रे सल्लेअला है सल्ले अला,
आज [6]जल्वों की रात आई है।

अपनी कमली में ले [7]पनाह मुझे,
कमली वाले तेरी दुहाई है।

जिस पे उट्ठी वो इक [8]निगाहे करम,
उस की तक़दीर जगमगाई है।

तेरे क़ब्ज़े में हैं ये दोनों जहाँ,
[9]ला-मकाँ तक तेरी [10]रसाई है।

[11]हक़ तो ये है कि तू है [12]मिरआते-हक़
तेरी [13]फ़ितरत ही [14]हक़नुमाई है।

इक [15]निगाहे करम मेरे आक़ा,
नाज़ [16]उम्मत को इंतिहाई है।

[17]क़ुर्बे शाहे उमम है जिस का नसीब
उस को [18]ग़ुरबत ही रास आई है।

जब भी आया है मुश्किलों का ख़याल
तेरी [19]निस्बत ही काम आई है।

१. संसार, २. विजय, ३. धर्म का ज्ञाता, ४. भिक्षा-वृत्ति, ५. मुहम्मद का प्रसंग, ६. सौंदर्य, ७. शरण, ८. कृपा दृष्टि, ९. शून्य, १०. पहुँच, ११. सच, १२. ईश्वरीय प्रतिबिम्ब, १३. प्रकृति, १४. सत्य-प्रदर्शन, १५. कृपा-दृष्टि, १६. अनुयायियों, १७. मुहम्मद का सामीप्य, १८. दरिद्रता १९. संबन्ध

सम्कालीन समाज में दृष्टिगत कथनी और करनी के अन्तर को उद्घाटित करते हुए कवि ने कहा है कि .....

रास्ते बदलते हैं, मैखाने के डर से लोग
हम ना रास्ता बदलें और ना कारवाँ अपना.

आज की शहरी जिन्दगी पर व्यंग्य करते हुए कवि कहता है......

सब बोलना सीख गये हैं शहरों में आजकल,
जो शहर में हुआ है वो खंजर सुनाएगा

आगे उसका कहना है कि ....

नफरतों का है जो मौसम वो बदल जाएगा
वक्त अब आ गया कातिल तेरी पहचान का

अपनी लोकप्रियता की चर्चा करते हुये

लेखक ने कहा है ....

"दोस्तों की दुआ से क्या है मेहरबानी देखिये
दुश्मनों के लब पे है मेरी कहानी देखिये "

१. अरबी, फारसी आदि भाषाओं के शब्दों के अर्थ देकर कवि ने अपनी.
२. कविता को बोधगम्य बनाने का प्रयास किया है
३. मैं आशा और विश्वास करता हूँ कि खयाल का यह प्रयास अनेक उर्दू कवियों के लिए प्रेरणादायक सिद्ध होगा वे लिप्यंतरण का सहारा लेकर अपनी उर्दू रचनाओं को यदि देवनागरी लिपि में प्रस्तुत करेंगे तो धीरे धीरे हिन्दी और उर्दू का अन्तर मिट जाएगा।

ऐसे स्तर पर से ही राष्ट्रीय एकता को बल मिलेगा

मेरी हार्दिक इच्छा है कि कवि उत्तरोत्तर प्रगति के पथ पर बढ़ते जाएँ उनकी दृष्टि सूक्ष्म से सूक्ष्मतर हो उनकी अभिव्यक्ति और भी सशक्त हो प्रस्तुत काव्य को हिन्दी और उर्दू जगत में पर्याप्त सम्मान मिले।

शुभकामनाओं सहित

**Dr. Mohan Singh**
Professor, Hindi Department
Osmaniya University
Hyderabad-7

**डॉ. मोहन सिंह.**
प्रोफेसर, हिन्दी विभाग
उस्मानिया विश्वविद्यालय
हैदराबाद-७

"एक लम्हा क्या मिली उनसे नज़र आप देखो
फ़ासले तय हो गये सदियों के सारे देखिए"

आगे प्रेम के महत्व को उद्घाटित करते हुए कवि कहता है ........

"मुहब्बत गर नहीं तो दुनिया में कुछ भी नहीं यारो
मुहब्बत ज़िन्दगी है, ज़िन्दगी के काम आओ तुम"

"मोहब्बत के फ़साने लम्हा लम्हा लिखते जाओ तुम
हज़ारों ग़म सही लेकिन यहां पर मुस्कुराओ तुम"

बादशाहे हरम अर्थात हज़रत मुहम्मद को सम्बोधित करते हुए नाते शरीफ़ नामक कविता में 'नबी' को संबोधित करते हुए ख़याल कहते हैं...

"तुम्हारी याद को सीने से जब लगाता हूँ,
मैं ज़िन्दगी के हर इक ग़म को भूल जाता हूँ"

आगे उनका कहना है कि :-

"तुम्हारी याद ज़मानत है ज़िन्दगानी की,
तुम्हारी याद सदाक़त है ज़िन्दगानी की

तुम्हारी याद मुहब्बत भी है इबादत भी,
तुम्हारी याद बशारत है ज़िन्दगानी की

कई व्यक्ति अपने आपको महान समझते हैं किन्तु जो महान है, साहित्यकार है उसके इरादे क्या हैं? क्या हम इससे परिचित हैं, शायद नहीं इसी सन्दर्भ का संकेत करते हुए कवि कहता है

"उसके मासूम से शख़्स के इरादे क्या हैं
जिसके हाथों में नई सुबह का सामाँ है बहुत."

उस परवरदिगार को सम्बोधित कर कवि कहता है कि......

तू मैखानों की तरह हर नज़र में रहता है
तेरा वजूद लिबासे सहर में रहता है

इस के बाद जामेआ उर्दू अलीगढ़ से इम्तेहाने अदीब फ़ाज़िल और लख-नऊ यूनिवर्सिटी से बी.ओ.एल. और बी.ए. पास किया

मैं अभी विद्यालय का छात्र ही था कि मुझे कविता में रुचि होने लगी. प्रारम्भ में विभिन्न विषयों पर नज़्में लिखता रहा फिर ग़ज़लें लिखने लगा. जब मुझमें कविता की रचना का रहस्य और विश्वास पैदा हुआ तो मैं ने नियमित रूप से काव्य-क्षेत्र में पदार्पण कर दिया. मैं लगभग कविता की हर विधि में लिख चुका हूँ लेकिन ग़ज़ल और नज़्म से बराबर का रिश्ता है.

प्रारम्भ में मैं ने अपना काव्य हज़रत क़द्र उरैजी साहब को बताया. तत्पश्चात मैं ने औज याक़ूबी साहब से छन्द की दीक्षा ली. इस प्रकार कविता का यह सिलसिला चलता रहा और यह यात्रा आज भी जारी है.

मित्रों की दुआएँ साथ रहीं तो भविष्य भी कविता के सुरक्षित पृष्ठों से महकता रहेगा.

"हर्फ़ और लफ़्ज़ की ख़ुशबू है तेरा तेरा नाम
तेरी ख़ुशबू का तराना ही सुनाना है मुझे"

हैदर हसन जलाल

मैं आभारी हूँ

मेरे ग़ज़ल संकलन ''क़ंदेहिन्द'' पर जिन बुद्धि जीवियों और आलोचकों ने अपने सारगर्भित लेखों से मुझे गौरव प्रदान किया है उन में

- डा. राज बहादुर गौड़
- डा. मुग़नी तबस्सुम (भूत पूर्व अध्यक्ष उर्दू उस्मानिया विश्वविद्यालय)
- प्रो. यूसुफ़ सरमस्त उर्दू विभाग उस्मानिया विश्वविद्यालय
- डा. रहमत यूसुफ़ ज़ई रीडर उर्दू विभाग हैदराबाद विश्वविद्यालय
- डा. मुहम्मद अनवरोद्दीन अध्यक्ष उर्दू विभाग हैदराबाद विश्वविद्यालय
- कुमारी तबस्सुम आरा बेगम एम.ए. उस्मानिया
  और अंग्रेज़ी लेख के लिए -
- श्री प्रो. पी. वी. शर्मा
- डा. सादिक़ नक़वी रीडर इतिहास विभाग उस्मानिया विश्वविद्यालय
  (दकन के एक वरिष्ठ कवि और इतिहासकार हैं)
  हिन्दी और तेलुगू लेखों के लिए
- श्री प्रो. मोहन सिंह अध्यक्ष हिन्दी विभाग उस्मानिया विश्वविद्यालय
- प्रो. गोपी अध्यक्ष तेलुगू विभाग उस्मानिया विश्वविद्यालय
- श्री अज़ीज़ भारती का जिन्हों ने मेरे काव्य को देवनागरी लिपि में परिणत किया

सम्मिलित हैं मैं उन उपरोक्त महानुभावों के साथ साथ श्री नजम अल गाज़ी (स्वतंत्र पत्रकार) का भी आभारी हूँ कि उन्हों ने मेरे अनुरोध पर प्रस्तावना लिखने का कष्ट उठाया यहाँ यह बात भी कहना उचित होगा कि आज से ग्यारह वर्ष पूर्व श्री नजम अल गाज़ी की प्रेरणा से इस बहुभाषी काव्य संकलन के प्रकाशन का भाव मेरे मन में पैदा हुआ था

और आज अलहम्दलिल्लाह कि ग्यारह वर्षों की मेहनत और लगन के बाद यह कार्य सफलता पूर्वक सम्पन्न हुआ है मैं पूरी ईमानदारी और विनम्रता से यह कहने में समर्थ हुआ हूँ कि अल्लाह अल्लाह मैं ने यह महत्व पूर्ण कार्य सम्पन्न कर दिखाया है

**फ़ैज़ुल हसन ख़याल**

क़ंदे हेन्द मेरी नई पुस्तक है इस में वे समस्त बिम्ब-प्रतिबिम्ब सम्मि-
लेत है जे मेरे जैवन में केसी न केसी रूप से स्थन पए हैं मैं अपने
कव्य के टेषय में कभी केसी भरम क शेकर नहीं हुअ लेकिन इतन
जरुर कहूँग कि जे कटेत तड़पते देल सुलगती वेदनओं और जलते हुए
भवों क प्रतेनिधित्व करती है वह केसी भी दश में अपन प्रभव अंकित
करती हैं मेरे टेचर में प्रभव क रहस्य भी एक कलकर के लिए बहुत
बड पुरस्कर है जे लेग मुझे सुनते हैं और पढ़ते है वे मेरे बरे कोई न
कोई रय अवश्य रखते होंगे

वंदे हेन्द मेर चैथ कव्य-संकलन है मेर वतन कमनओं क
नगर हैदरबद है

''ज़मन कहत है फ़ेजुल हसन ख़यल जेसे
वे अजनबी की तरह अपने घर में रहत हैं''

मेरे पेत जी मैलवी मुहम्मद हुसैन नेजम हैदरबद की सेन में एक
अफ्सर थे और प्रथम टेश्व युद्ध के एक वीरधीर सैनेक थे इस प्रसंग में
ज़ेले वरंगल (पखल) में सट एकड़ जमीन और एक पदक भी पुरस्कर
स्वरुप प्रदन केए गए थ हजरत सैयदी व मुर्शदी ज़हेर पश किबल
के टेशेष अनुयटेयों में से एक थे मेरे दद हजरत शह मुहम्मद मुरद
सहब जे हजरत शेख मेहेउद्दीन केबल रहमतुअल्लह सज्जद नशीन
(अस्तन हजरत कदर पश सहब क़िबल रहमतुल्लह मुस्तइद पूर
) के छोटे भई थे अस्तु हमरे घरने में धर्मेक रंग सूफ़ियन स्वभव
टेशल-दृष्टि एक समन्वय बत थी और इसी धर्मेक महवरे और
इस्लमी वतवरण में मेर पलन पेषण हुअ

मेर प्रंभेक शेक्ष केले गेलकुंड के मेडेल स्कूल में हुई तदु-
परन्त मैंने मुस्लिम युनेवरसेटी अलीगढ से मैट्रेक की परीक्ष उत्तीर्ण की

मैं प्रण भर देन   जैसे हर कल कर क स्ह परेचर उस की अपन कल होती है   फिर भी इन करणों पर प्रकश डलन मैं नितन्त अवश्यक समझत हूँ जिन को सत्त क रहस्य एक व्यक्ति को कल कर बन देत है   अभिव्यक्ति वही सफल होती है जो हर प्रकर के दिखवे और अडम्बर से मुक्त हो

तूलनी भष में कवि क अर्थ निर्मण करने वल है, अर्थत् कवि निर्मकर्त होत है   ड. जनसन से जब कव्य की परिभष बतने को कह गय तो उस ने कह महोदय . यह कहन सरल है कि क्य चीज़ कव्य नहीं है

अंग्रेजी के प्रसिद्ध कवि एवं अलोचक मैथ्यू अर्नल्ड ने कव्य को जीवन की अलोचन कह है

कव्य सच पूछिए तो ध्वनियों य शब्दों के समंजस्य क संकलन है   और समंजस्य कवित के शब्दों और विचरों से पैद होत है   अर्थ उसे भवंश क स्थन प्रदन करते है   यह करण है कि कवि की प्रमुखत इस बत पर अधरित है कि वह अपने भवों को कितने सशक्त एवं सुन्दर ढंग से अभिव्यक्त करत है   उस में कितन जीवन-रस है   यहाँ उस क सम्पूर्ण व्यक्तित्व कम अत है

उस की नैतिक शक्ति, उस की कल्पन, उस के भव उस की चेतन-ऊर्ज उस की सौंदर्यप्रियत, और जीवन के प्रति उस क दृष्टि-कोण   इन्हीं विशेष तत्वों से उसकी कल में निखर अत है

कवि की इस कलत्मक प्रतिभ से लोग अपने जीवन में प्रफुल्लत एवं सुख क अनुभव करते हैं   कवि क यही प्रयस होत है कि प्रकृति से प्रभवित उस के हर्दिक भव उचित शब्दों क परिधन धरण कर के प्रकट हो जएँ   क्योंकि कल भव और शब्दों क मनोरम संगम है

# अपनी बात

कवि आदिकाल से ही प्रकृति का प्रतिनिधि रहा है। काव्य व साहित्य की दुनिया प्रायः कलमकार की आंतरिक एवं बाह्य विचारों एवं भावनाओं के अमूल्य आकारों से हर युग में सजती संवरती रही है। अभिव्यक्ति जो अपने आप में एक कला है, कभी कभी दुखों का भी शिकार हो जाया करती है। आज का काव्य एवं साहित्य इस से अछूता नहीं है। यह एक नियम है कि काव्य व साहित्य का निर्माण अनुभव से अधिक वातावरण पर निर्भर करता है। अतः किसी कवि को समझने और परखने के लिए उस की काव्य की मीमांसा से अधिक महत्वपूर्ण उस के व्यक्तित्व को जानना होता है। यह एक यथार्थ बात है कि कवि की आंतरिक एवं बाह्य सत्ता उस के विशिष्ट स्वाभिमान विभिन्न नकारात्मक सकारात्मक से खाली नहीं होती। उस की कला उस के व्यक्तित्व के प्रतिबिम्ब से सुसज्जित होती है।

मैं एक कवि के रूप में अपनी भावनाओं, आलोकन एवं अनुभवों की मूर्तियाँ तराशते चला आ रहा हूँ। यह अवधि तीन दशकों पर अवलम्बित है। इन तीन दशकों में नित्यप्रति की अच्छाइयाँ बुराइयाँ सफलताएँ - विफलताएँ निरा अपना एकांत, चमकते सितारे डूबती सन्ध्याएँ और जलते बुझते भाव सभी कुछ सम्मिलित है, जो न केवल मेरे जीवन का अभिन्न अंग है अपितु मेरे काव्य के अनिवार्य तत्व भी हैं। मेरे जीवन के ये अभिन्न अंग तभी स्पष्ट रूप से नजर आएँगे जब मैं विस्तार से उन का बखान करूं। वैसे मैं एक कवि के रूप में सदा ही लुकता छिपता रहा हूँ। मैं प्रायः

कहती है तुझे ख़ल्क़े ख़ुदा ! ग़ायबाना क्या का समर्थक रहा हूँ।

अपने बारे में कुछ लिखना एक साहित्यकार और कवि के लिए उतना ही कठिन और दुष्कर है जितना एक मूर्तिकार के लिए निष्प्राण पत्थरों

अतः जातीय तथा भाषा संबन्धी रिश्तों को प्रेम और आत्मीयता से जोड़ने और राष्ट्रीयता के सम्पूर्ण भाव के साथ सही देश में ऊर्जा प्रदान करने का एक जतन और प्रभावशाली साधन यह भी हो सकता है कि भारत की विभिन्न भाषाओं के साहित्य को एक दूसरे में परिवर्तित किया जाए और यही प्रक्रिया निस्संदेह हमारी राष्ट्रीय एकता को मज़बूत और दृढ़ भी करेगी एक दूसरे की हार्दिक भावनाओं के अंदर समाने के साथ साथ उर्दू भाषा उस के विशिष्ट स्वभाव और बोलने वालों से अन्य भाषा भाषियों को निकट लाने में सहायक सिद्ध होगी

अत एव इस उदार दृष्टिकोण को लक्ष्य मान कर श्री फैज़ुलहसन ख़याल ने अपने नवीन काव्य ग्रंथ क़ंदे हिन्द में उर्दू रचनाओं के साथ साथ इस के तेलुगू और अंग्रेज़ी अनुवाद भी प्रकाशित किए हैं ख़याल के इस शेर

मुझ से क्या पूछते हो दोस्तो रूदादे चमन
हाल गुलशन का मेरे अश्के रवाँ कहते हैं

के अनुसार आज भारतीय उद्यान जिस प्रकार की भाषा विचारक अनुदारता से ग्रस्त है और जिस के परिणाम स्वरूप आज हमारी परम्परागत राष्ट्रीय एकता को पुनः व्यवस्थित करना नितान्त अनिवार्य है यह हम सब के लिए प्रश्न-चिह्न है

ख़याल का यह प्रयास वास्तव में सराहनीय है सच तो यह है कि भारत के आकाश पर मंडराते हुए भाषा संबन्धी दैत्य को आगे एक ललकार है

साहस की बात यह होगी कि ख़याल के प्रयास को सराहा जाए तभी भारत में भाषा संबन्धी सामन्जस्य और परस्पर मृदुभाव पनपेगा

शायद यह पहला अवसर है कि क़ंदे हिन्द एक साथ चार भाषाओं में प्रकाशित हुआ है आशा है कि हमारे शायर और कवि साहित्यकार आलोचक तथा बुद्धि जीवी फैज़ुल हसन ख़याल के इस प्रयास को सराहेंगे और पसंद करेंगे

दिनाँक ७ अप्रैल १९९५ — नजम अली फ़.

हैदराबाद.

# धन्यवाद

मेरे 'ग़ज़ल संकलन' "वंदे हिन्द" के अनुवाद के लिए मैं मेरे मित्र महानुभावों का हार्दिक रूप से आभारी हूँ कि देश की साहित्यिक प्रगति, मानवता एवं सत्य-प्रतिभा के कारण यह काम सफलता पूर्वक सम्पन्न हो सका।

तेलुगु अनुवाद :- श्री ख्वाजा मोइनोद्दीन (वेटनरी असिस्टेंट)

अंग्रेज़ी अनुवाद :- प्रो. पी. टी. शफ़ी

हिन्दी अनुवाद :- श्री अज़ीज़ भारती (उर्दू हिन्दी के प्रसिद्ध कवि)

इन के अतिरिक्त मैं श्री सलाम खुशनवीस का भी आभार मानता हूँ जो अपनी काव्य-प्रतिभा के लिए प्रसिद्ध हैं और खुद भी शेर कहते हैं। वे ख़ुशनवीसी की कला के प्रधान स्तम्भ माने जाते हैं। उन्होंने मेरी पुस्तक वंदे हिन्द की किताबत की है कि किताबत कर के इसे कहाँ से कहाँ पहुँचा दिया है।

सैफ़ुल हसन "ख़याल"

# सर्वधिकर कवि सुरक्षित हैं

सन प्रकशन  अप्रैल १९९८

प्रतियँ  एक हज़र

कितबत  सलम खुशनवीस
सैयद लेज़र ग्रफिक्स मेहदी पटनम
हैदरबद. ए.पी.

मूल्य  दो सौ रुपये विदेशों के लिए ८ डलर
य ५ पौंड

प्रकशक  इदर तजदीदे अदब (उर्दू) हैदरबद.

## मिलने क पत

१. स्टुडेंट्स बुक हौस चर मीनर.

२. हुस्समी बुक डिपो मछली कमन हैदरबद.

३. मकन नं. २०-४-२३०, १,
मोती गली, हैदरबद-५०० ००२.
फोन नं. ४४१२८४२

ادارۂ تجدید ادب کی رسم افتتاح جسٹس اپا راؤ کرشنم راجو رسم افتتاح انجام دیتے ہوئے مسرز فیض الحسن خیال، شفیق الزماں آئی اے ایس، ڈاکٹر نورالدین صدر شعبہ اردو حیدرآباد یونیورسٹی اور سعید الحسن سعید نائب معتمد بھی دیکھے جا سکتے ہیں
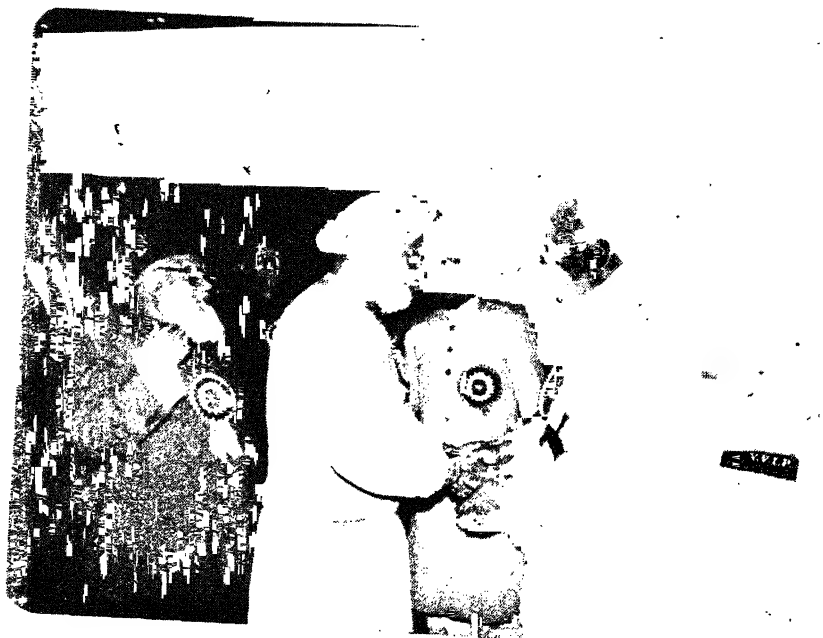
دہلی کے کل ہند مشاعرہ میں سابق مرکزی وزیر جناب رجن سنگھ، فیض الحسن خیال، راجندر سنگھ بیدی سحر، صلاح الدین نیر، حضرت راز الہ آبادی دیکھے جا سکتے ہیں۔

جناب فیض الحسن خیال صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر شنکر دیال شرما کو اپنا چوتھا مجموعہ کلام "کانچ کا شہر" پیش کر رہے ہیں۔ تصویر میں جناب عابد علی خاں ایڈیٹر روزنامہ سیاست اور دوبئی سفیر جناب محمد حسین صاحب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

فیض الحسن خیال کلام سنا رہے ہیں۔ مسز آمنہ سحر، حضرت راج یعقوب، اختر حسن، جگن ناتھ آزاد، علی سردار جعفری، آل احمد سرور اور جناب صلاح الدین نیر دیکھے جا سکتے ہیں۔

నీవు చూపిన అడుగుజాడల వరకు చేరుకుంటిమి. విశ్వానికే నాగరి
కత నేర్పిన నీ దిక్సూచి వరకు చేరుకి దశదిశయందు అగ్ని జ్వాలలు
విజృంభించే ముందే. పరమెట్టి స్థితినొందె నేటి నూతన నాగరికత యందు
హత్యలు చేసిన హంతకుడే నేర్పరి. న్యాయమూర్తి హత్యలే హత్యలు, నిత్యం
హత్యలు, ఎటుచూచిన హత్యలు హంతకుడే వైద్యుడు న్యాయ మూర్తియు
నోరే అడుఫిరియ దుల కొరకు పరపాలకుల పాలన ఏమిచెప్పదు మిత్రమా
అమాయకా కలుగు అన్యాయాలు ఏమి చెప్పదు మిత్ర. తలలపై కత్తులు,
కాళ్ళ క్రింద మంటలు వేడి పవనములు చిన్నని చిరునవ్వుల కొరకు మెమె
చ్చటికి చేరుకొంటిమి.

ఎడారుల ప్రమాణం ఒంటరి తనం నాది నేను
గుర్తు ఎరంగని వారెవ్వరు లేరు నూతన దారులు నేను.

నీ మధుర వాణి దశదిశలు మారు మ్రోగుచుండె
నీ అందమే కడలి పొంగులవలె పొంగుచుండె.

ఎందరి నిజ స్వరూపాలు తేట తెల్లనయ్యె
మిత్రమా ధన్యవాదాలు నీ చక్కని గోష్ఠి ఏర్పాటుకు

నే నామమే జపముగా జపించువారు
పటాపంచలు కావించుచున్నారు నీ అడుగుజాడలు

మందిరాల మసీదుల పేరు మీద కొందరు
అల్లరులు, అరాచకాలకు వెదుకుచున్నారు దారులు

ఈ రోతల ఋతువు ఇక మారిపోవును
నిందల పాలగు సమయమాసన్నమైనది ఓఘాతకుడా.

మాకు మంచిరోజు ఎప్పుడు ప్రాప్తించును
నీవెప్పుడు సారించెదవు నీ చల్లని చూపు

నాలోని జ్ఞానేంద్రియం అడుగు చున్నది పదేపదే ఖ్యాల్
ఎవరు పొందిరి అగ్రపీఠం జ్ఞాన ప్రదర్శనమందు.

నీ చూపుచల్లగ నుండు.గాక నాకెట్టి కొరతలేదు
ఎట్టి ఋతువులలోనైన పిచ్చెక్కె ప్రయా ప్రశ్నేలేదు.

నేనాలోచించలేను ఒకరి గురించి-
నీవు తప్ప నా ఆలోచన కేంద్రం మరోకటి లేదు

పైకెగసిన కొద్ది లభ్యమగును అదృష్టం
రెక్కలే చల్లనున్న ఏందుకుండు దురదృష్టం

ఘుమ్ముకూడ చేర్చుకొంది శీకులలో
ఇట్టిశక్తి శక్తివంతులైన పురపాలకుల్లోలేడు

నగర కాంతులన్ని ఇమిడి ఉన్నవి నా కళ్ళల్లో
మీ దర్శన సౌభాగ్యం తలెత్తదు ఇప్పట్లో

మీరు భావించుచున్నారు ఋతువుల పిచ్చివాడనని
అందుకే కాబోలు పీడు ఋతు నిర్ణయాల విముక్తుడు

నీతో కలవాలని ఉన్నది కోరిక అపేక్ష చాలా
చేతిలో అద్దం పట్టుకొని పడెనుపశ్చాత్తాపం చాలా

వాని వెంట ఉండును కొత్త కొత్త రీతులు, సంకెళ్ళు
ఎవ్వని అక్షయ పాత్రలో ఋజు, నిజమార్గాలుండునో

వానికి తెలియదు హృదయ తపన మెట్టిదో
నా గూడు తగులబెట్టి అయ్యెను వంచనాకారుడు

మిత్రులారా మీమీ ఇండ్ల నుండి బయటికి వచ్చి చూడుడు
ఎవ్వని వాకిట వెలుతురు గలదో వాడు భీతుడై యున్నాడు

నేస్తులారా, మాకు అనాధులు, దౌర్భాగ్యులు చూడకండి
మా భిక్షుల వద్దకూడ ఉన్నవి ఎన్నో దుఃఖరహిత పాత్రలు

ఇట్టి పిచ్చివాళ్ళు ఎక్కడ లభ్యమగుదురు చెప్పుము బ్యాల్
ఎవ్వనికైతె వన సౌందర్యము ఇనుమడింప భావాలు కలవో

చెప్పుల వ్యవహారాలు ఎంతోమిన్న మీ కన్న
మిత్రుల ద్రోహాలు ప్రతిక్షణం కంఠాన్ని చుట్టుకున్న సర్పాలు

ఆలోచించుచున్నాను నిన్నే పేరుతో పిలువాలో
చూపులో కుసుమాలు హస్తాలలో అస్త్రాలు

ఎందరో కలిసిరి విచిత్ర హృదయాలతో
ఇతరుల లోపాలు చూడువాడు అధముడౌతాడు.

పులుగములు మరిచినవి తన సంధ్యా పురోగమనాలు
స్వామి నీ విచిత్ర దర్శన మహిమ కాంచి

ఎవ్వడి ముఖారవిందాన శాంతి రేఖలు విరజిల్లునో
వాడి సిద్ధహస్తమే అల్లరిమూకల వెన్నుతట్టు

నేటి వరకు పాత పోకడలే కనిపించె మీ వాకిట
చిరు తరంగాలు చాటుచున్నవి ఆమని అరుదెంచెనని

అవసరములేదు నాకెట్టి అద్దములిప్పుడు
ప్రతి అద్దములో నీ ఛాయలే ప్రకాశించుచున్నవి

పీడిత పురమునకు అండలు లభించినప్పటి నుండి ఖ్యాల్
పుర సౌందర్య స్థితిగతులు మెరుగు పడినవి

అద్దాల పురములో రాళ్ళ వర్షము కురియు చున్నది.
పురసందులలో హత్యాకారుల పతాకము ఎగురుచున్నవి.

ఏరివేసిరి మీరెందరినో పీడిత హృదయాలను
ఓదార్చు రూపములో పీడిత హృదయాల వేట సాగుచున్నది చాల

కొన్ని దీపాలు మిణుకుమిణుకులాడుచున్నవి మాత్రం
మీ చీకట్లలో వెలికే దీపాల కాంతులు కూడ నామమాత్రం

ఆరిపోతిని నేను కాని వెలుగుచున్నది నీ పురం
ఈ వెలుగుచున్నది వెలుగు కాదు నా హృదయ జ్వాల

జీవనం సంబరాలతో గడిచినది ఎట్టికేలకో
నీవొసంగిన దుఃఖాల పరంపర మిగిలి యున్నది నేటికి

రిక్త హస్తాల మధు ప్రియులున్నారు మధుశాలలందు
దాహపు వర్షపు ఋతువు కాబోలు ఖ్యాల్ నేడు పురమందు

ఫైజుల్‌హసన్ ఖ్యాల్ వీరు ఉర్దూ భాష కవితా రంగములో సుప్రసిద్ధులు గత మూడు శతాబ్దాల నుండి హైద్రాబాద్ పట్టణవాసులకు కుల, మత, భేద భావము లేకుండ ముగ్ధులు కావించిన రసమయ కవి. వీరి కవిత్వంలో రత్నాలు, రాళ్ళు ఉండును యని శ్రీ ఆబిద్ అలీఖా ఎడిటర్ సియాసత్ పత్రికా వారు పేర్కొనిరి, నిజంగా వీరి కవిత్వంలో బీదల పాలిట దయ, కరుణ ఉట్టిపడును మరియు దుర్మార్గుల పాలిట క్రోధం కూడ ప్రతి చరణంలో కనిపించును.

ఇట్టి వీరి పద్యాలను మిత్రుల కోరికపై తెలుగు అనువాదము చేయించుటకై ఒత్తిడి రాగ ఇది వీరి తొలి పద్యానువాదం తెలుగు భాషలో కూడ ప్రయత్నం చేయబడినది.

ఊర్దూ భాషలో గౌరవనీయులైన ప్రియతమ నాయకుడైన మన భారత ప్రధాని పి.వి. నరసింహారావు గారి పై వ్రాయబడిన పద్య అనువాదం తొలి తెలుగు అనువాద పద్యం.

**ప్రియతమ నాయకుడు శ్రీ పి.వి. నరసింహారావు భారత దేశ ప్రధానమంత్రి
వారి నిజస్వరూపం. ఋజుప్రవర్తన. వారు పలికిన
పసిడి పలుకుల నిలువుటద్దం**

పి.వి. నరసింహారావు ద్వారంపై
పూలవర్షం కురుస్తూంది.
కొమ్మకొమ్మ, రెమ్మరెమ్మ, పరిమళాలతో నిండింది,
ఆకు ఆకు నుండి అమృతం స్రవిస్తుంది.
నీ విరోధులు
పరిస్థితులను తిలకించి, సిగ్గుల ముసుగు ధరించినారు,
భీతిల్లి కంపితులైనారు,
అలంకృతుడవై నీవెప్పుడరువెంతువో
ప్రేమనురాగాలు విరజల్లుగడ్డపై
జీవనామృతము కురియు తద్దానే,
ప్రేమవాకిలి విరాజిల్లు భువిపై
చల్లని స్వప్నాల సీమలో- తెల్లని ఆమని దేవుణ్ణి
మీరు మేము అందరం కలసి స్థాపిద్దాం
చూడండి, చూడండి మరేమగునో
క్షణం క్షణం పూల వర్షం నవ్వుచూ నుండు

**ఫైజుల్ హసన్ ఖ్యాల్**

# శుభాకాంక్షలు

M.S. RAJU
D.G.P.

శుభాలు కలిగించు నీకీ ఉన్నత పదవి డి. జి. పి ఎమ్. ఎస్. రాజు!
శుభాలు కలిగించు నీకీ పవిత్ర, నిర్మల అద్దం వంటి పదవి ఎమ్. ఎస్. రాజు

చీకట్లిక వెలుగుల భువిపై కొనసాగజాలవు
దోపుగాండ్రు, దుండుగులిక మనలేరు కన్ను సైగలపైన

వెలుతుర్ల పురి ఇక నీ కైవసమయ్యే రవితేజ ఎమ్. ఎస్. రాజు!
ఇక ఏ పండుగ పబ్బాలలో తగలబడవు ఇళ్ళువాకిళ్ళు

లజ్జా ముసుగులు ధరింతురిక ఖూనికోరులు, నరరూపరాక్షసులు
నీ ముఖ గ్రంథమునే పఠింతురు తిమిరాల వేటగాండ్రు

ఇక ఈ హయములో కూడ ఏ దుష్ట సంఘటన సంఘటించిన
నీళ్లనముదురు దుష్టకర్ములు, దుష్ట చరిత్రులు-

పాటింపవలసి ఉండును నిరంతరము వనమందు నివసించువారికి
ప్రతి ఋతువు సమయ కటాక్షములను కృతజ్ఞతలు తెలుపుచుండును

నీవిక్కడ సమయమువు నమ్మదగినట్టి సమయ దివిటీవు
కంపరములు రేకెత్తించుటకు నీరీక్షింతురు కొందరెచ్చట

ఇక మోగదు కర్ఫ్యూల సైరను నీ సురక్షత హయాములందు
నీ పేరే హడలు గుండెదడలు పుట్టించును గుండెలు లేని గుండాలకు

వెయ్యి శుభాలు, శుభా కాంక్షలు నీవు చేపట్టిన ఉన్నత పదవికి
స్వర్ణాక్షరాలతో లభింపబడును నీ పేరు దక్కను చరిత్రయందు

ప్రేమ కానరానిది కనిపించనిది వ్యధమాది
శృంగార దృష్టిలో బంధి జీవితము మాది.

నేటి నూతన మనుజుడి తనదారులు వీడి
విడనాడుకున్నాడు విశ్వాసాలు తన నమ్మకాలు

హస్తములు సైతం ఎత్తలేని స్థితికి చేరుకున్నాడు
జారవిడుచుకున్నాడు మానవుడు తన సహజ ప్రార్థనశైలి

దురాలే మిన్న సన్నిహిత సంబంధాల కన్న
చూచెదమిక హరిభావాలు గగనాల యొక్క

దారులు మార్చుకొందురు ఋతు ప్రభావాలకు కొందరు
దారులే కాదు గమ్యాలు మార్చుకొనలేదు మేమెట్టిస్థితులకు

తెలుపుడీ తుఫానులురేపే పవనాలకు
నిర్మించుకొంటున్నారు మళ్ళీమళ్ళీ నూతన గూడులు

ప్రతిక్షణం ఘుమఘుమలు నూతన కాంతులు
తిమిరాలలో దాగియున్నదెవరు మన శ్రేయోభిలాషులు

మిత్రుల నిజ స్వరూపాలు తెలిసిన మీదట
తెలిమ వచ్చెను ఎవ్వరెవరు మన శ్రేయోభిలాశులు

తనవారని ఎవ్వరిని నమ్మితినో
సర్పము వోలె తొలి కాటేసిరి వారె

వసంతము అరుదెంచన తొలి రోజె
వనమెల్ల మాడ్చి బూడిద కావించె

చాచనైతి కరములు జీవితాంతము
ఆధారపడితి నీ కరుణా కటాక్షములపైన

వెదికే నా దృష్టి నిన్నెచ్చటెచ్చట
వీక్షించితి నిన్ను ప్రతిచోట

దిమ్మరియై నన్నే వెదుకు చుండె సర్వ సంబరాలు
నీవెంతగ నన్ను మార్చితివి విచలిత హృదిచేసి

ఖ్యాల్ ఉంటివి నిన్నటి వరకు వసంత సాంగత్యములో
చూపు వాడెవ్వడు వన వినాశకారి ఎవ్వడో

వలపు నిఘూడు నాడి బాధ ఘూడం నాది
అందాల దృష్టిలో బంధింపబడినది లోకం నాది

నేటి నూతన మానవుడు తన దారిని విడనాడి
పోగొట్టుకున్నాడు తన తలంపులు, తన నమ్మకాలు

దారులు మార్చుకుంటారు ఋతుల భీతితో జనులు
మేము మార్చము దారులు మార్చము బిడారులు

చేతులెత్తలేడు ప్రార్థనలు సల్పలేడు
పోగొట్టుకున్నాడు మానవుడు ప్రార్థన శైలి నేడు

ఎన్ని తుఫానులు, ఎన్ని సమస్యలు ఎదురయ్యే నేడు
అయిన చూడుడి చెక్కుచెదరకుండ ఉంది మన గూడు

పరిమళమ్ములు గృమ్ము చున్నది, నలుదిసలు వెలుగు చున్నవి,
తిమిరాలలో తిరుగు దయామయుడెవ్వడో చూడు

నుడువుడే విసురుగాలుల తప్పెట్లతో
మరల నిర్మింపబోవుచున్నారు జనులు తన గూడులను

దూరాలే మిన్న చేరువుల గోష్ఠుల కన్న
చూడాలి గగనమెప్పుడు మన శతృవౌతుందో

ఇప్పుడు పుష్ప వాటికపై కాపరి ఎవ్వడో
విచ్చుల విడిగా చెప్పలేకున్నాము హృదయావేదన.

మిత్రుల చిత్రాలు దూర పరిచితి దృష్టినుండెప్పుడో ఖ్యాల్,
గోచరమయ్యే, సమయం దయామయుడయ్యే,

గౌరవభాజ్యులు, భారతదేశాభినేత
మన నూతన గణతంత్ర భారత అధ్యక్షులు.

## భారతదేశ అధ్యక్షులు

# శ్రీశ్రీ శంకర్‌దయాళ్ శర్మ గారు

నీవు అధినేతవు దేశానికి ప్రేమకు అనురాగానికి
నీవు అద్దానివి నిలువుటద్దానివి కరుణకు స్నేహానికి

నీవు విశ్వాసాని అన్ని సమయాలకు అన్ని రంగాలకు
నిత్య నీ వర్తమానము నీతి నిజాయితి ప్రేమానురాగం

## గౌరవ ముఖ్యమంత్రి, ఆంధ్రప్రదేశ్

## శ్రీ ఎన్. టి. రామారావు

# సుమాంజలి

భూషింపుము భూమి దక్కనును ఎన్. టి. రామారావు
రక్షించి తల్లి తెలుగును ఎన్. టి. రామారావు

పుట్టనివ్వకుండ అగ్ని జ్వాలలు ఏ ఒక్కరి హృదిలో
నడవ నివ్వ కండి దుష్టుల దురాచారాలను

చాచవైతివి కరములు అన్యులవలె ఎన్నికల్లో
లోకసభ ఎన్నికల ప్రచారమువోలె పాడితివి దేశ సౌభాగ్య గీతాల

స్నేహం, మైత్రి, ప్రేమానురాగ దేశ సౌభాగ్యతో కూడిని ఎన్నికను
ప్రతి హృదయాన్ని ఆకట్టుకొంటివి కొత్తవైనంతో ఎన్. టి. రామారావు

కలుషిత వాతావర్ణాన్ని ప్రక్షాళించి అలంకరించు నగరాన్ని
ఉచ్చనీచ తారతమ్యాన్ని విడనాడించు ఎన్. టి. రామారావు

ఎగరవెయ్, ఎత్తు పైకెత్తు మానవత పతాకాన్ని
ప్రతి హృదిలో ప్రేమానురాగాల గూడుకట్టు ఎన్. టి. రామారావు

నడువుము, నుడువుము జాగ్రత్తగా ఎన్. టి. రామారావు
దృష్టిలో పెట్టుము, దృష్టిలో ఉండుము ఎన్. టి. రామారావు

మా మాటలు, మా పాటలు, ప్రేమసుమాలు మీపాలిట
మొగ్గలవలె వికసించు, పువ్వులవలె నవ్వు ఎన్. టి. రామారావు మాన్యులు.

ఋతువుల వోలె ప్రతిదృష్టిలో ఉందువు
నీ ఉనికి ప్రాతఃకాల సదృశ్యవలవలో ఉండు

ప్రతి వాని దృష్టి ప్రత్యక్ష వెలుగులో ఉండు
ఎవడెరుగు పరోక్ష ప్రాతః వెలుగులను

మిత్రుని ప్రకృతులను ఎరుంగుదురు ప్రియులు
అందుకే కాబోలు ఉందురు ఒకప్పుడు వృద్ధిలోను మరి మారేదృష్టిలోను

జరుపుకొందును ప్రాతఃకాల వేడుకలు, ఉత్సవాలు
నీ శరీర నేత్రావ్రలు పరిమళించును ప్రాతః చిరుగాలులలో

జీవన దాడులు వాడి, వేడి సుడిగాలులు
కళాకారు ఖండిత హృదయాల గాయాలపైనె

వేని దృష్టిలో నుండునో యుగయుగాల దురాలు
ఒక్కొక్క క్షణం వాని దృష్టి నీ ప్రయాణ దారులలోనుండు

గుణతింపుగుణం ఒకటే ఈ బాటసారిది.
పిచ్చివానివోలె పడియుండు నీ దారులు కాస్తు

వాని ముచ్చట్లు నిలిచి పోయినవి పెదాల పైన 'ఖ్యాల్
నా కథలే ఆకట్టుకున్నవి జన జీవన దృష్టియందు

పట్టణాలలో రగులు కొన్న అగ్నిజ్వాలలు నా పల్లెలకు చేరుకున్నాయి
నిష్కల్మశ హృదయాలపై కూడ కాల ప్రభంజనాలు అలుముకున్నాయి

మసీదులను మాత్రం నిర్మూలించుటకు సాగిన పరుగులు
సాగించెను నేడు మానవత్వముపై దాడులపై దాడులు

నీ జ్ఞాపకాల కమలాలను సృష్టించుకొంటి చక్కని రీతిలో
సముద్రపు అలలు దిగివచ్చె నా కళ్ళలో ఎంతో ప్రీతితో

మధుశాలలను కూడ వ్యథశాలలుగా మార్చిరి మీరు
ఎడారులను కూడ అలకరించుటకు పూనుకొంటిమి మేము

జీవనము మోసపుటద్దము చూపుటలో నేర్పరి
ప్రతి నిజమును కూడ కథలల్లుటలో సాటిలేనిది

వారి హస్తములు ఖండించబడును ఈ యుగములో 'ఖ్యాల్
ఎవ్వరు సత్యము పోషింప ప్రతిమ బూనిరో

పరహిత ధ్యానయే సజ్జన జీవిత లక్ష్యం
పొందితిమి ఎన్ని అవాంతరాల పిమ్మట ఈ జీవిత దేహం

మీతో పరిచయమానంతరం ఎడబాటు దుర్లభం
మీ కురువుల చల్లని నీడయే జీవితామృతం

మధుశాలలో ఏముంది నీ కాటుక కన్నులు తప్ప
ఒక ప్రళయము రేకెత్తును నీ నామముతోనె ఓ ప్రాణసఖి.

సాయంత్రం కాగానే గూటివైపుకెగురును
పులుగముల నైజం, మనోధ్యేయం కూడాను.

అశ్రుపూరిత కన్నులు తప్ప మీరొసంగినదేమి
మిత్రమా ఈ సంపత్తి కూడ చూడు మాకు మిగిలినది

నా కండ్లలో నిలిచినది ఒక పువ్వులాంటి ముఖారావిందం
దాని పరిమళాలతో గుభాళించుచున్నాము మనమెంతో.

కవిత్వం జీవనం సంబరాల స్వప్నం కాదు
కవిత్వం వినుపించు కవిత్వం యౌవనాల దూఋ కాదు.

సుఖ, సౌఖ్యా సంబరాలు పొందెదరు మీరెచట నుండి
కాంతుల సుఫలితాల జ్యోతులు వెలగవు మీ పురమందు

ఈ ఉదయం నీది నీదే సాయంకాలమును
నీవు లేక ఏ స్వప్నము లేదు నా స్వప్నము

లేదు సంబంధం మీకు దర్పణాల దర్శనాలతో
ఎంతకాలమాయేనో లేక సుస్వప్నాలు మీ మస్తిష్కాలలో

ఈ దూరాలే మీ ప్రేమానురాగాలకు చిహ్నాలు
మీ అసంబంధిత ప్రవర్తనం కాదు మాపై మీ కోపతాపాలు

కొట్టవచ్చుచున్నది కొరత నేటికి సజ్జన సమూహాల
ఇందుకే కాబోలు శ్రేయస్సు తపనా రహితులైనారు జనులునై

ఆలోచించి, విచారించి చదువు హృదయ కావ్యం 'ఖ్యాలో
ఇది కవిత్వం. సత్యస్వరూపాల దర్పణం, కల్పితాల నవల కాదు

మిత్రుల సానుభూతి ఎంత నాపై ఉన్నది చూడండి
శత్రువుల పెదాలపై నా కథయే కదిలాడుతుంది చూడండి

కావ్యాల. గోష్టుల ప్రతిష్ఠలను ఇనుమడింప చేసిరో
ఏలుచుండిరి వారే నేడు హృదయాలను చూడండి

ఎంత దూరాన నున్ననేను వారి వాడనే అగుదును.
ఏల కడతేర్చెదరో వారు నన్ను చూడండి

మీ ప్రేమాను రాగాల వెలుగులే మిగిలియుండెను
మిత్రులు అదియును ఆర్పివేసిరి చూడండి.

ఎంతటి సమర్థులు అసమర్థుల వరుసలో నిలిచిరి
మూగవారల రాజ్యాలేలు తీరుతెన్నులు చూడండి

బుక వారి రెక్క గగనయాన వారి వెలుగు పథం
ఎంతా మధురమైన వృత్తాంతం పులుగములది చూడండి

దుఃఖ సాగరాలలో క్రుంగుచుంటుమి కాని
మా పెదాలపై ఓలలాడుచున్నది సంబరం చూడండి

స్వప్నాలు కనుట నా ప్రకృతియే కాదు.
జాగృతులయే నా కథలు చూడండి.

ఆమని నిలిచింది ఎందుకు ఒకే పూలవనంలో
వ్యాపించింది దూరదూరాలకు ఎడారుల కథ చూడండి

చిరునవ్వులు నవ్వేను నా హృదయవృత్తాంతంవిని 'ఖ్యాల్'
వాని కళ్ళలో కూడ కురిసెను అశ్రువుల జల్లులు చూడండి

ఉరికంబాలెక్కిస్తుంది యీ సమయము ఎందులకో నన్ను
దుమ్ము, ధూళివలె ఎగరవేస్తుంది ఎందులకో నన్ను

ఎంత తదేక దృష్టితో చూసేనోవాడు నన్ను
అంత లోతు సముద్రాన్న ముంచివేసెను నన్ను.

ఎవరి రాత్రులను అలకరించితినో నేను
దీపాల వోలె పగలు కాల్చిమాడ్చెను నన్ను

ముఖాల ముసుగులు లేపి నిజరూపాలు చూడాలి
ముఖాలవెనకదాగిన నిజరూపాల బట్టిబయలు చెయ్యాలి

ప్రాతః రవి కిరణాలలో ఉన్న జీవిత సందేశాలు
మధ్యాన్న పు వేడికిరణాలే కాల్చివేసెను నన్ను

ఎవరి నాదము విని లేచునో జనావళి
వాని నాదములో నాదము కలపాలి నేను

విరజిల్లుము చిరునవ్వులు నాతో మీరును 'ఖ్యాల్
ఏకాంతగాయాలను మాటు పరచాలి నేను.

నిండు ఆమనిలో ముళ్ళధారిగ మారకు
పూల వనములో మంటలు రగిల్చి సమస్యగా మారకు

ప్రేమ లోకములో కుల,మత,వేష భాషలకు తావు లేదు.
గమ్య ప్రాప్తిలో ఒకరి ముందు చేతులు చాచకు.

పురమంతటిని తగుల బెట్టితివి క్షణకాలంలో
తన గృహదహనమునకు కారకుడవుగా మారకు

మార్చుము దిక్కులను, పరిస్థితులను, కాలమును,
వాయులను, జల మార్గములను, కాని దారిరాయిగ మారకు

మిత్రమా ఈ ఘడియలు ఒంటరి తనాల ఖూనీలు
మిత్రసమూహానికి కూడలిగామారుము-

పురమంత సమస్యలతో అట్టుడికినట్లుడుకు చున్నది ‘ఖ్యాల్
నీవు నీ పురమునకు ఒక సమస్యగా మారకుము.

నీ హత్యకు యెవ్వరిని అడిగెదవు న్యాయం
న్యాయమూర్తి హత్యకారుని ఇంట వేసినాడు పీఠం

చిందిన రక్తం భువిపై కాని హస్తాలకు అంటుకున్నప్పుడే
చేయ్యాలి తీర్పు మనం అప్పటికప్పుడే

మొగ్గల శ్వాసలు ఆడకుండ ఆగినట్లున్నది
మొగ్గలను పూలుగా మార్చు ఆమని ఎక్కడ ఆగినదో

నగు మొగాలనే చూస్తున్నారందరు కాని
జరుగుచున్నది ఏమి మాపై చూడువాడేవ్వడు

వెదుకుచున్నారు ప్రతి ఒక్కరు ప్రతిచోట.
కన్నుగప్పి తిరుగుచున్నాడు వాడు మావెంట

ఒసగెను ఎవ్వడు సహస్ర మొగ్గలకు నవ్వులు
రోధించుచున్నాడు ఇప్పుడు వాడె మొగ్గల నవ్వులకు

మోకాళ్ళయందు మొగము పెట్టి కూర్చున్నారందరు 'ఖ్యాల్'
మోయుచున్నది ఈ యుగం తనకు తానె.

ఏ ఋతువైనను నీ నామమే వినుపించెద నేను
నిన్ను పొందుటకై మాన ప్రాణాలైన త్యజించెద నేను

నా అదృష్టమును నానొసలుపై వ్రాయుము.
నా అదృష్టము నీచేత వ్రాయించెద నేను.

మోహనాక్షరాలు, మధురవాక్యాలు, నీ వేషధారణ
నీ పరిమళాల వృత్తాంతాలు వినుపించెద నేను.

నీ పథముల తలనెత్తి నడుచువాడెవ్వడు
నీ పథమున నా కళ్ళను తివాచుల పరిచెద నేను.

ఎవనితో మొఱలు పెట్టెద, వినువాడెవ్వడు
నా హస్తములనే అద్దమువోలె కాపించెద నేను.

తన వారి విషయంలో ఎందుకు నాతో పంతాలు 'ఖ్యాల్'
శత్రువులతో కూడ స్నేహ సంబంధాలు పెంచెద నేను

అందరు చూసిరి నానగు మొగమును కాని,
ఎందరు చూసిరి నా హృదయాంతరాళములను.

ఎవ్వరికి కలుగుకుండెనో నీ అనుబంధ సంబంధాలు
వాడెచ్చటికి వెళ్ళిన ఉండును ఏకాంతుడుగను

వేని గురించి ఎరుగ కుందువో నీవు
వారి గురించి పలుకునప్పుడెల విచారించుము

మీ మదిలో వెలుగు ప్రకాశింపనంతవరకు,
మీరు వెయ్యేల చేసిన మది ప్రకాశింపదు.

బహుశ అందరు నిద్రావస్థలో మునిగి యుండిరి
ఇట్టి నిద్రావస్థలకు ఎప్పుడు తట్టి మేలుకొల్పునో

దీనులమైన మేము ఎవ్వడిని ఆపద్బాంధవుడని తలచితిమో
అపరిచితునిగా నీ పురమందె యుండు నేమో,

నీ నక్షత్ర అశ్రుబిందువులను చూడుము బ్యాల్
ఒకటి రెండు క్షణములందె వేదికంత ప్రకాశించును

దయా దాక్షిణ్య, కరుణా కటాక్షాలుగా మారు
కలహముల, కలహభోజు, అశాంతి సృష్టికర్తల

బలిపీఠరీతులు, సంఘ సంస్కార చట్టాలు
ఎటుచూచిన మా సంఘటనలే మా కథలేయుండు

పులుగములు త్యజించి తన గూళ్ళను విడనాడిన నాటి నుండె
నిత్యనూతన సంఘటనలు సంభవించు చున్నవి.

పూల వనములో పరుగులాడు చున్నవి ఒంటరిగా జీవనం
దేవుడెరుగు ఎట్టి సంఘటనలు సంభవించునో

వీడెవడో నూతన నాయకుడు మార్గదర్శి రూపం ధరించె
నిత్యనూతన సంఘటనలు సంభవించనారభించే

నడచిన దారె, నిలిచిన కోరిన గమ్యం
నీ ప్రియుల రూపాలెన్నో తోచని అగమ్యం

వ్రాయుచున్నాను నేను వాని కథలే 'ఖ్యాల్
వేని చూపులు ప్రసాదించునో జీవన ప్రసాదాలు

పురపాలకుడు కూడ దుఃఖసాగరములో మునిగి యున్నాడు
కలియుగ హంతకునితో క్షణక్షణం భీతిల్లి పోవుచున్నాడు

రాళ్ళను పిండిచేయువారి ప్రకృతి ఎంత చిత్రం విచిత్రం
రాళ్ళు కురిసే సమయంలో పాల సముద్రం పొంగులు చిత్రం విచిత్రం

దూర దూరాల వరకు నీ పరిమళం, నీ మధురగళం
నీవు కాలిడినంతవరకు అది సుమవనదళం

దోషమేమిటి జగానిది, తప్పేమిటి కాలానిది,
మనిషియే పీడించువాడు, మనిషియే పీడంపబడువాడు

ఏమి గాలియోన ముగరక్ష పూసినాది
ఎటుచూచిన బాటసారుల చిందరవందర సరంజామ

నీ ధ్యాసతోనే వికసించును వెయ్యి గులాబీలు
నీవులేక మరెవ్వరు గళమెత్తి పాడువారు

కాలము పరుగిడుచున్నది ఒక్కొక్క కిరణములు కొరకు
జీవనము గీపెట్టుచున్నది గోష్టి కొరకు

అమని విచలిత హృదియై యున్నది సుమ వాటికకై
స్వదేశము కొరకు అలమటించు కాందీశికుని వోలె

బుద్ధ జీవుల సరిహద్దులు ఇహపరములవరకే
ఉరి సంస్థాలే ముద్దులు పిచ్చివాళ్ళకు ప్రేమపిచ్చివాళ్ళకు

నడకలు బనారస్ ఉదయాలు, నిలచిన తాజ్‌మహల్
శేష హోలమలు మాత్రం దక్కన్ కొరకే అన్నట్లు -

అడుగడుగున సూర్యపుటద్దాలు ఉన్నవికాని
అలమటించు చున్న కాలం ఒక్కొక్క కిరణం కొరకు.

నా హృదిని నిలువుటద్దముగ మార్చుకున్నాను
నీ ఒక్కొక్క ఓర చూపునకు ఒక్కొక్క హోమాలకు.

గులాబీలు పంచితివి నిన్నటి వరకు 'ఖ్యాల్'
దొరికినవని నీకు శూలాలు ధరించుటకు

(బానారస్ పట్టణము యొక్క ఉదయంచాల రమ్యంగ,
మనోహరంగా ఉంటుందని ప్రతీతి)

మీ కళ్ళలో కన్నీటి ధారల సముద్రముండెను.
మా కళ్ళలో అంతకన్న గొప్ప తుఫాను ఉండెను.

గులాబీల నెత్తావులు మీ అణువు అణువులో
చిత్రాలు వెదజల్ల దృశ్యాలు ప్రతి దృష్టిలో ఉండె –

ఎట్టి ఋతువైన సంబరాలు నావెంట నుండెను
నీ మధుర స్మృతుల వ్యథలు నాశక్త్యానుసారమైనుండె.

చూపు చుండెను గమ్యాల దృశ్యాలు –
వాడు కూడ నా తోటి బాటసారి మాత్రమే

లభించెను ప్రతిచోట దుఃఖాల కానుకలు
నీ విరహమే నీ ప్రీతికి నిదర్శనాలు.

ఆమని అరుదెంచె వేడుకలు జరుగుచుండె
ప్రతిచోట పూలవనములో నీ స్మృతులే

పూరేకులతో కూడ మాకు గాయాలు తగులు చుండె
మీ హస్తమందు అద్దాలుకాని, రాళ్ళుకాని లేకుండె –

నీ ఉనికి నెత్తావి నా శ్వాసలందు ఇమిడి ఉండె
ఒక్కొక్క క్షణం జీవనముకన్న ఎంతో ఉండెను మిన్న

బాటసారు లెచ్చట హత్యాకాండ జరిగేనో విన్న 'ఖ్యాల్'
బాట సారులు కాని బాటచూపములుకాని లేకుండిరి.

పూల వనంలో కూడ మంటలు రేపెవాళ్ళు,
ఎంతటి నిశబ్దం వహించినారు ఈ యుగం వాళ్ళు

ఈ పురిలో ఎక్కడ, ఏమూలాన నక్కియున్నారో
చీటికిమాటికి క్రొత్త క్రొత్త ద్వేషాలు రేపెవాళ్ళు

నిన్నె హతమార్చునేమో నీ సంస్కృతి, సంస్కారం
క్రొత్తక్రొత్త గూడ్లు కొట్టుకొందురు కట్టుకునే వాళ్ళు

రాతి గుండె వాళ్ళెవ్వరు లేరు లేరు రాళ్ళు కొట్టువారు
రాళ్ళైపోయినారు కాలరీత్యా ఈ యుగంవారు

శోక కిరణాల వ్యాప్తితో ఉద్భవించె ఎన్ని సూర్యగోళాలు
సూర్యులుగా మారిరె ఎందరో ఎడారుల అలకరించువారు

శోక విముక్తులమని నుడువు వారెందరో
నాశోకాన్ని అర్థము చేసికొనలేని వారందరు

భీభత్స అరణ్యములో వచ్చిరి ఓదార్చుటకు
నీళ్ళలో కూడ ఆరని మంటలు రగుల్చువారు,

సమము స్ఫూర్తి మకుటం ధరించవలెను 'ఖ్యాల్
లేకున్న తలెక్కుదురు ఈ అనుగ్రహ వాదులు

5

నే నెప్పుడు రవివర్మనై నీ సీమ కరుదెంతునో.
ప్రతి నవ్య హృదిని నవ్య జ్యోతుల తేజస్సు నిత్తు;

తిమిరాల గుండెల చీల్చి ఉత్తుంగ మార్గము చూపె,
మూగ హృదయాల మొగాన ముసిముసి నవ్వులు చిందింతు.

తాటి కాయాక్షరాలతో నన్నెరుంగు పత్రికలు గాని
నేనెంతవరకు ఈ నగరంబున అనామకుడనై యుందు

క్షణకాల ముచ్చటయే కదా కాలము మారని,
నీ నయనాలకు చక్కని స్వప్నహారాలందింతు.

నీ హస్త ఘుమఘుమలు నిలచినవి నా అక్షయ పాత్రలో
నేనెటు కాలిడిన పుత్రరాజయే అనుపింతు.

నేనెరుంగుదు ప్రేమ నియమావళిని,
అధిగమించి స్పర్శించితినేని మాడిమసి అగుదు

అశేషజనులు ప్రేమ సూత్రములు బోధించిరేని
నీవు నొసంగిన పూబాణి అమృత వాక్కులె నా కవచంబగు

మండుటెండల ఎడారుల భావము కలిగినప్పుడెల్లా
నీ గుబురు కురువుల ఛాయశయ్యపై పవళింతు

ఫైజుల్ హసన్ ఖియాల్

అనువాదం
**కె. ఖాజమోయినొద్దీన్**

కరుణపూరిత దృష్టి యుండు తమది ఎవ్వనిపై
అల్లాఃతోడు అగును వాడు స్వర్గార్హుడుసుమ్మీ

అవుగాక మా జీవిత ప్రమాణాలు నిత్తమివియే
మొహమ్మద్ముస్తఫసల్లల్ల అలహివసల్లంతో నిత్య ప్రేమానురాగం

ఇది భగవత్కృప కలదు మాపై సర్కార్ కరుణాదృష్టి
లేని ఎడ అయ్యేది కష్టతరం పీల్చుట శ్వాస ఇక్కడ

సర్వలోకాల సర్వాధికారితో ఇంతియే మా విన్నపం
తలంపులలో నైన తమ దర్శన భాగ్యం కలగింపుమని

అచ్చుట భగవత్కృపవల్ల సర్కార్ నా మాత్మమేచాలు
మానవ ప్రయత్నములు నిష్ఫలమగు నెచ్చుట

సంసార సాగర ఎదురీతలలో మీ నొసటి సైగయే చాలు
ఒక దృష్టి ఓమాన శ్రేష్ట ఇటు సారింపవయ్యా.

ప్రవక్త స్మరణము ఏమానవ హృదయ అదృషమగునో
మానవ కోటిలో ఉత్తమ మానవుడగుట వాడు నిక్కము

నా పాపహరణములకు మీ నామామృతమే సాధనము
నా యీ స్తోత్రమాల ఉత్కృష్ట రచనగా మార్చుమయ్యా

నామ ధ్యానమే ప్రతి హృది నియమావళి యగు గాక
ఓ భగవంతుడా. ఈ మహాభాగ్యము మా కంఠపములు అగు గాక

# స్తుతిమాల

సుమం నీవే సుగంధం నీవే సుమ వనం నీవే
శౌర్యవంతుడవు నీవే న్యాయమూర్తివి, దయానిధివి నీవే

ఆది మధ్యాంతము నీవె సర్వాంతర్యామివి నీవే
ఇహమందు నీవు ప్రభువు పరమందు నీవే

నీ దయా దాక్షిణ్యములే కలవు లోకములందు
ప్రతిజీవికి నీపై విశ్వాసమే జీవనాధారం

నీవే దైవము పతియు గతియు ఏడుగడవునీవే
సప్తలోకాలకు, సప్తసముద్రాలకు, సప్తగగనాలకు

గిరి లోకాలు, కీకరాణ్యాలు ఎడారులు గగనాలు
ప్రతి అణువణువులో నీ నిదర్శనాలు

సర్వ భూతాత్మముల కెల్ల మనుజుడేమిన్న
ప్రభు నిన్నేల స్తుతించుదు తెలుపు ఇంతకన్న

జీవితం ఒడుదొడుకులలో పడకుండా
సుఖ శాంతముల తో గడుపు ఎట్టకేల

క్షణమైన నీస్తుతి విడకుండ ఉండుడెందం
ప్రతి ఉచ్ఛ్వాసనిశ్వాసలో అల్లాఃదే ఉండు 'ఖ్యాల్

భారతీయులందరిలో భాషా సమైక్యత, జాతీయ భద్రత పెంపొందించ డానికి ఉర్దూ భాష అవసరముంది. దేశభక్తి జాతి గౌరవం దీని వల్ల అభివృద్ధి అవుతుంది. దేశ భాషలందున్న సాహిత్యాన్ని ఇతర భాషలలో అనువదించాలి. ఈ భాషల భావాల్ని అవగాహన చేసికొంటే సమాజంలో కనబడే జాతి, మత భాషాపరమైన ఒడుదుడుకులు సమసిపోయి ప్రేమ, సౌభ్రాతృత్వం అభివృద్ధి చెంది స్వాభావికమైన జాతి సమగ్రత సాధించబడుతూంది.

ఈ ధృక్ఫథాన్ని దృష్టిలో ఉంచుకొని శ్రీ ఫయిజుల్ హసన్ ఖయాల్ ఉర్దూ కవిత సంకలనం ''ఖంద్-ఎ-హింద్'' ప్రచురణ కవిత తెలుగు, ఉర్దూ అనువాదాలు, హిందీ ట్రాన్స్‌లిటరేషన్‌తో బాటు ప్రజల సమక్షంలో సమర్పిస్తున్నారు.

**ఖయాల్ అన్నట్లు :**

ఉద్యాన వనవిషయం నన్నెందుకు అడుగుతారు.

నా ఆనంద భాష్పాలు చూచి తెలుసుకోగలుగుతారు.

ఈనాడు మన అవసరం సాహిత్య సహనం, సాహిత్యరంగంలో విప్లవాత్మక మార్పు అతి పురాతనంగ మన దేశంలో ఉన్న సమైక్యతను రక్షించుకోవడం ఇదే అందరి ధ్యేయం.

శ్రీ ఖయాల్ గారు ఈ లక్ష్యసాధనకు చేసినకృషి ప్రశంస నీయమైంది. మన దేశంలో సాహిత్య రంగంలోని అసహనాన్ని పారద్రోలేందుకు ముందుకు వచ్చిన ఈ కవి అన్ని విధాల కృతార్థుడు. శ్రీ ఖయాల్ ఈ కృషికి వెలుగు నిచ్చిన తొలిభానుడు. వెలుగునిచ్చే ప్రతి కిరణం భాషా సహనాన్ని ప్రసరింపజేస్తుంది. తద్వార మానవ సౌభ్రాతృత్వం సాధించబడుతుంది.

మన సాహిత్య చరిత్రలోనే ప్రథమంగ ఒక్కమారు కవితల సంకలనం నాలుగు భాషల్లో ప్రచురించబడుతూంది.

కవులు, రచయితలు, పండితులు విమర్శకులు ఈ ప్రయత్నాన్ని సహృదయతతో ఆదరించి ప్రోత్సహిస్తారని ఆశిస్తూ.

- నజ్మ అల్‌గాజి

# ముందు మాట

సాహిత్య చరిత్రలో లయతాళంతో మేళగించి చేసిన అనేక రచనలు అదృశ్యమైన సమయాలు ఎన్నో ఉన్నాయి. చరిత్రలో సంభవించిన విప్లవాలలో మార్పులలో వారి మనుగడ వినాశ మొందిన సమయాలలో ఇలాంటి సాహిత్యం అరుదైపోవడం జరుగుతుంది.

ఎన్నో నాగరికతలు వెలిశాయి. వారి సంస్కృతి పరిమళించింది వాంజ్ఞయ అభివృద్ధితో పాటు సంస్కృతి అభివృద్ధి అయింది. భాషవికృతిలో నాగరికత వినాశమొందింది. కాని సాహిత్య పరిమళం ఎప్పటికి నిలిపోతూవచ్చింది. బావసాహిత్యం ఒక భాష నుండి మరొక భాషతో కలవడం ఆగిపోయిందంటే, ఆ భాషలు ప్రజా ఆదరణ కోల్పోతాయి.

ఉర్దూ భాష ప్రజా ఆదరణ పొందింది. అందులో సహనభావం ఉంది. ఎంతో కాలం వాడుకలో ఉంటూ వచ్చింది. దాని కొరకు హుందాతనం వచ్చింది.

ఉర్దూ భాష వికాసవంతమౌతూ ఎలా ప్రగతి సాధించిందను, దాని రచనలు కవితలు, సాహిత్యవిమర్శనలు, పరిశోధనలు పరిశీలనలు ఒక్క పర్యాయం ఆలోచించి చూచినట్లైతే అవన్నీ బహుజన సంప్రీతి చెందాయనడంలో సందేహమేమాత్రం లేదు. ఈ నాటికి ఉర్దూ సంస్కృతి, కవితలు ఒక ఎడతెగని ప్రవాహంలా ఒడుదొడుగులు లేకుండ, సతతం సమాజంలో పొంగి పొరలుతూ ఉన్నాయి. పై పెచ్చు, ఉర్దూ వాంజ్ఞయం దేశ ఇతర భాషల అభివృద్ధికి ఎంతో దోహదపడింది. దేశవిభజనానంతరం ఉర్దూ ఇతర భాషలకు సమన్వయంగ తోడ్పడుతూ వచ్చింది. దేశ భాషల సమగ్రతకు, దేశ భాషలన్నిటితో ఐక్యత, భిన్నత్వంలో ఏకత్వం సాధించడానికి ఉపయోగపడింది.

లిపి వేరైన ఉర్దూ మరియు హిందీ భాషలలో వ్యాకరణ ఆకృతి ఒక్కటే. అలాగే వాంజ్ఞయం మరియు సంస్కృతిలో కూడ పోలికలు ఒక్కటే. ఈ సత్యాన్ని ఎవరు కాదనలేరు. భారతీయ సాహిత్యంలో ఇదొక ఆభరణ. సాహిత్య ధనాగారం కూడ అంచేతనే భారతీయులలో సాహిత్యపరంగ, జాతిపరంగ ఇదొక సత్సంబంధాల వారధిగ పని చేస్తూంది.

''కాలము పరిగిడుచున్నది ఒక్కొక్క కిరణం కొరకు
జీవనము గీపెట్టుచున్నది గోష్టి కొరకు''

అని మెహఫిల్ కోసం విలవిల లాడతారు. ప్రతి మానవుడికీ ఒకదారి, ఒక ప్రయాణం, ఒక గమ్యం వుంటాయి. కాని ఈనాటి ఆధునిక మానవుడు ఎటు వెళ్తున్నాడు ? ఏమి పొందుతున్నాడు ?

''నేటి నూతన మానవుడు తనదారిని విడనాడి
పోగొట్టుకున్నాడు తన తలంపులు, నమ్మకాలు''

అని ఖయాల్‌గారు సరిగ్గానే గుర్తించారు. ఈ క్రింది పంక్తులు చూడండి.

''మిత్రులార మీమీ ఇండ్లనుండి బయటికి వచ్చి చూడుడు
ఎవ్వని వాకిట వెలుతురు కలదో వాడు భీతుడై వున్నాడు''

సజ్జనుడు భయపడి బ్రతకవలసిన దుస్థితిలో వున్నది ఈ ప్రపంచం.

ఈ పుస్తకంలో ఖయాల్‌గారు ఒక భావుకుడిగా, ఆర్తి కలవాడిగా, జీవితానుభవాల నుండి పిండుకున్న కన్నీటి చారలతో నిరాడంబర దైవ చింతకుడిగా, ఎప్పటికీ ముగియని అన్వేషణా పరుడిగా, ఎప్పటికీ ఆపని నిరీక్షకుడిగా కనిపిస్తాడు. కేవలం అనువాదం చదివి నేనేర్పరచు కొన్న అభిప్రాయాలివి. మూలంలో ఇవి ఇంకెంత రసరమ్యంగా వున్నాయో ? మొదటిసారిగా నాకు ఉర్దూరానిలోటు తెలిసి వచ్చింది.

ఈ కవితలు చదివితే ఖయాల్‌గారు తన మాతృదేశాన్ని ఎంతగా తన రక్తంలోంచి ప్రేమిస్తాడో అవగత మవుతుంది. ఈ కవితలు చదివిన ఎవరికైనా దేశ సమైక్యత ఎంత విలువైందో, అత్యవసరమో తెలిసి వస్తుంది. ఇంతమంచి అనుభూతులతో, ఆలోచనలతో కవితలల్లిన ఖయాల్ గారిని మనసారా అభినందిస్తున్నాను.

# రెండు మాటలు

డా. ఎస్. గోపి
ప్రొఫెసర్ & హెడ్
తెలుగు విభాగము,
ఉస్మానియా యూనివర్సిటి

కంద్ హె–హింద్ అనే ఈ కవితా సంపుటిని ప్రసిద్ధ ఉర్దూకవి శ్రీ ఫైజుల్ హసన్ ఖయాల్ గారు రచించారు. కంద్–హె–హింద్ అంటే హిందూదేశం యొక్క మాధుర్యం అని అర్థం.

ఉర్దూలో రచించబడిన ఈ కవితలను ఖాజా మొయినుద్దీనుగారు తెలుగులోకి అనువాదం చేశారు. ఈ సంపుటిలో స్వేచ్ఛారూప కవితలున్నాయి. గజళ్ళూవున్నాయి. అక్కడక్కడ ఛందోగతిలో పరుగెత్తే పంక్తులూ వున్నాయి. మొదటికవిత 'స్తుతి మాల'లో

''ప్రతి ఉచ్ఛ్వాస విశ్వాసలో అల్లాహ దేవుండు ఖ్యాల్'' అని తమ దైవ చింతనను ప్రకటించారు. నగరజీవితం ఎంతో సంక్లిష్టమైనది. ఇక్కడ మనుషులకు మధ్య అనుబంధాలు పలుచగా వుంటాయి. అందుకే ఓ గజల్లో ఖయాల్ గారు

''తాటి కాయ అక్షరాలతో నన్నెరుంగు పత్రికలు గానీ
నేనెంతవరకు ఈ నగరంబున అనామకుడనై వుందు''

అని ఆవేదనను ప్రకటిస్తారు. నగరంలో చెలరేగే కృత్రిమ కల్లోలాల గురించి ఖయాల్ గారు

''ఈ పురిలో ఎక్కడ ఏమూలన నక్కియున్నారో
చీటికి మాటికి క్రొత్తక్రొత్త ద్వేషాలు రేపేవాళ్లు''

అని ఖయాల్ గారు ప్రశ్నిస్తారు. ఖయాల్ గారిలో కవితా తృష్ణ, తపన అపారంగా కనిపిస్తున్నాయి.

హైదరాబాదు పట్టణము స్వాతంత్ర్యనంతరం వచ్చిన నూతన కవులలో శ్రీ ఫైజుల్ హసన్‌గారు ప్రసిద్ధులు.

క్రీ.శ. ౧౯౯౨ మరియు ౧౯౯౩ వ సంవత్సరము నుండి దేశం వట్టి దుర్భర, దురవస్థలకు ఆలవాలమ్మైనదో ఈ దుఃఖ పూరిత సంఘటనలు ఈ సంపుటి యందు ఈ గజల్ల అడుగు భాగాల్లో గోచరించును.

ఎటుచూసిన అగ్నిజ్వాలలె నేటి గందరగోళ స్థితులలో పట్టణాలకు పట్టణాలె తగులబడిపోతున్న తరుణంలో ఆలోచిస్తే దీని వెనకాల ఏదో చెయ్యి ఉంటుంది. ఆ చెయ్యి ఎప్పుడు సుఖం సౌఖ్యం సంభోగాలు అనుభవిస్తునే ఉంటుంది.

ఇట్టి విషయాల గమనించి ఖ్యాల్‌గారి తన ఆవేదనను తన పద్యాల ద్వారా ఎంతో చక్కగా చూపినారు. వారు పద్యము ఇట్టు విషయమా అని వైద్యుడు న్యాయమూర్తి అంతకుడేనా అని ఆయన తన ఆవేదనను ఎవరికో చెప్పకొని బాధపడతాడు. ఇది కేవలం వారి ఒక్కరి బాధయె కాదు. నేటి పీడితులైన మానవ కోటి బాధ మరోచోట జిగేలుమని వెలుతురును చూసి ఆశ్చర్యపోతు ఇది ఎట్టి వెలుతురు , వెలుతురు సుభానికి చిహ్నం కాని ఈ వెలుతురు ఎట్టిది ఎవరి ఇల్లు తగలబడుచున్నది. ఎవరో తుంటరులు తన కసితీర్చుకొనుకొనుటకు పొరుగువాని ఇల్లు తగులబెట్టగ రేగిన మంటలు వెలుగులా లేక కక్ష సాధనలో ద్వేషము అనే మైకములో కన్ను మిన్ను తెలియ తన ఇంటినె తగులబెట్టుకొన్న మంటల వెలుగుల మొత్తం పై ఏదైన ఇట్టి మానవ కళ్యాణ రహిత కృత్యముల వల్ల ఇరుగు పొరుగులు కలతల పాలగుదురు. కొందరికి ఇట్టి కుచిత కార్యాలవల్లనే తృప్తి సంతృప్తి కలుగును. అట్టి ప్రవృత్తి కలవారు ఆలయాల, దేవాలయాల, మసీదుల పేరిట అమాయక జనాన్ని రేకెత్తించి భయాందోళనలను సృష్టించి పేరును అక్రమ ధనాన్ని ఆర్జించువారు ఎందరిట్టివారు ప్రకృతులను ఖ్యాల్ చక్కగా తన కవిత్వము ద్వారా తెలిపే కవిత్వాలు పద్యాలు ఎన్నో లభించును. ఇన్ని హృదయ ఆవేదన కల్గించే సంఘటన వల్ల ఖ్యాల్ గారు కవిత్వములో చోటుచేసుకొన్నవి.

బారెడు చూప చారెడు ఇవ్వని కుటిల ప్రకృతి వాళ్ళు నాయకులుగ చెలామణి అవుతారని. వారి మోసాలకు గురికాకుండా ఉండటానికి ఎన్నో పద్యాలుద్వారా చూపిన చక్కని వైతాళికుడు ఖ్యాల్ గారు తన మాతృ భూమి అయిన పట్ల అపార ప్రేమ చూపిన దేశాభిమాని ఖ్యాల్ గారు. వీరి అనేక పద్యాలలో దేశాభిమానం దేశభక్తి తొణకిసలాడు చుండును.

**రాజబహదుర్ గౌడ్**

వీటిలోని శృంగార రసం మరి మెరుగులు దిద్దుకున్నది కూడ కాలానుగుణంగా నూతన సమస్యలు పుట్టుచుండును. అట్టి సమస్యల పరిష్కారం నూతన పద్ధతులే కాక పాత పద్ధతుల కూడ. కొత్త రూపం ధరించి పరిష్కరించును.

ఏ పేరుతో నిన్ను పిలువాలో గోచరించకున్నది. చూపుల్లో కుసుమాలు ఉన్నవి రాళ్ళనీ చేతుల్లో ఈ పదాన్ని చదువురులు తమతమ అభిరుచానుసారం అర్థం చేసుకొంటారు. ఇది తన టక్కు ప్రియురాలి ప్రకృతి వర్ణణ కావచ్చు. లేక ఇది ఒక ప్రాణమిత్రుని చేతిలోని రాయిని చూసి వర్ణించిన వర్ణన కావచ్చు. నిన్నటి వరకు మిత్రుడే కాని పరిస్థితుల ప్రభావం వల్ల రాయి పూనిన మిత్రుని గురించి కావచ్చు తన ఎత్తులను జిత్తులను సమయానుగుణంగ పరిష్కరించుకొనుటకు చూపులల్లో పువ్వులు చేతుల్లో రాళ్ళు ఉండవచ్చు. పువ్వులు వాని బహిర్గత రూపం. రాళ్ళువాని అంతర్గత రూపాన్ని ప్రకటించు భావమని అర్థం తీసికొనవచ్చు.

ఇది గజల్ రూపొందించుకొన్న నూతన పద్ధతి ఇట్టి పద్ధతిని ఫైజుల్ హసన్‌గారి ఆకళించుకొన్నారు.

ఖంద్ హింద్ (భారతకలకండ)

ఫైజల్‌హసన్‌గారి నాల్గవ పద్యకూర్పుసంపుటం పూర్వం ఫైజుల్‌హస్‌గాత మూడు సంపుటములు ఉర్దూలో మాత్రం ప్రచురింపజేసిరి. కాని ఈసారి వీరి తన పద్యాలను ఆంగ్ల ఆంధ్ర భాషలందు అనువదింపజేసి మానవాంధ్ర ప్రజానీకానికి చక్కని సందేశం అందజేసినారు. ఇది వీరి తొలి ప్రయత్నం.

బహూభాష ఫైజుల్ హసన్‌గారు సప్తవార్షిక ప్రణాలికానుసారం తమ పద్యాలను సంపుటరూపం ఇచ్చుచున్నారు. వీరి తొలి పద్యకూర్పుల సంపుటం క్రీ.శ. 1965 లో మౌజెసబ గాలి, అలలు - రెండవ సంపుటం క్రీ.శ. 1972 లో సుబాకా, సూరజ్, ఉదయ సూర్యుడు తృతీయ సంపుటం క్రీ.శ 1779 లో కాంచ్‌కా శహర్, అద్దాలపురి, ఇప్పుడు తమ నాల్గవ సంపుటం ఖందేహింద్ (భారత కలకండు) తీసికొని తను శ్రోతల ముందు వచ్చారు.

పద్యకూర్పు సంపుటలో 3 నాత్‌లు (దైవస్తోత్రాలు) దే 1 - క్రైవారము 34 గజళ్ళు, (శృంగార గీతాలు) 2 - పద్యాలు కూర్చబడినవి.

ఖ్యాల్ గారు ప్రకృతి స్వభావంగ గజళ్ల (శృంగార గేయాలు) కవి, మృధు, మధురంగ ఆలాపన చేస్తారు.

# భారత కలకండ

మధుశాలలను కూడ వ్యధశాలలుగా మార్చి ఎడారులను కూడా అలకరించుటకు పూనితిమి మేము.

ఈ పైపదాలు ఫైజుల్ హసన్‌ఖ్యాల్‌గారి యొక్క ఆవేశ, ఆవేదనా లను ప్రకటిస్తున్నాయి.

మానవత్వాన్ని మంటగలిపే దుష్టులు మధుశాలలపై కూడ తన కుచిత, సంకుచిత భావాల నియమావళులు రుద్దుచున్నారు. కాని ఫైజుల్ హసన్‌గారి విశాల సవిశాల, సౌభ్రాత, దృఢ సంకల్పాన్ని చూడండి. వారు ఎడారులను సైతం అలంకరించుటకు పూనుకున్నారంటె వారిలో దాగియున్న నేరిమి, పేరిమి, ఓరిమి, కూరిమిలకు పడుతున్న తపన ఎంత టిదో మనము అట్టె భావించవచ్చు. (శృంగార రసగేయం)

ఈ గజల్ అనే ఉర్దూ పద్యం చాల నిక్కృష్టమైన కృషి అయిన హృదయ రంజకమై. అతి పేరు వడిసిన వ్యవసాయం, ఎన్నో వందల ఏండ్ల క్రితం నుండి లభించ, ఆలకించబడుచున్నది.

దీని ఆరంభం ఈరాను దేశంలో అయిన మన ఈ భూభాగంలోని ప్రతిచోట, ప్రతినోట పలుకబడుచున్నది.

ఒకప్పుడు గజల్ కేవలం ప్రియురాండ్ల అందచందాలు, వంపు, సొంపులను మెచ్చుకుంటు శ్లాఘించుటకును, ప్రియురాండ్ల కోప తాపాలు, మోసాలు, ద్రోహాలు తెలుపుకొనుటకును, పోటీ వలుపు గాండ్రులను నిందించుటకు మాత్రమే ఉపయోగపడేది.

ఈ గజలుల వైశాల్యాన్ని కుదించి దీనిని పరిమిత హద్దులలో నియ మిత మార్గాలలో నడిపిరి. స్వాతంత్ర్యసమర పోరాట సమయంలో భార తీయులను ఏకం చేయుటకు వారిలో సమైక్యతా భావాలను రేకెత్తించు టకు కవితా లోకం ఎంతో ముందంజ వేసినది. మేను పులకరించు భావా లను మాతృదేశ దాస్య శృంఖాలను తెంచుటకు ప్రతివానిలో ఉద్రేకం కలిగించుటకు ఎన్నో పద్యారచనలు అవతరించినవి. అట్టి తరుణంలో ఈ గజలులు కూడ తన చుట్టు అల్లిన పరిమిత హద్దులను త్రెంచుకొని గజ లులు కేవలం ప్రేమానురాగాల ప్రేమకలాపాలే కాక మానవ కళ్యాణ మానవ జీవితావసరాల సమస్యలు తీర్చుటలో కూడ సమర్థవంతమైన వని ఈ గజలులో శక్తి ఉందని ఋజుపరిచినారు.

ఈ నూతన విధానాలే గజలులను ప్రజారంజకాన్ని కలిగించినవి,

جناب فیض الحسن خیال کرامت رہے ہیں۔ مسز عابد علی خاں صاحب۔ موہن راؤ نگم۔
ڈائرکٹر سالار جنگ میوزیم، سعید شہیدی، صلاح الدین نیر، درویش اختر دیکھے جا سکتے ہیں۔

جناب فیض الحسن خیال اپنا مجموعہ کلام "موج صبا رنگ" ہندوپاک کے ممتاز شاعر جناب فیض احمد فیض
کو دیتے ہوئے۔ جناب صلاح الدین نیر، نصر کرنول، درویش اختر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

# THANKS

*I offer thanks to the following gentlemen for their pains which they took for translating '**Qand-e-Hind.** in different language.*

1. Telugu Translation :- Late Mr. Khaja Moinuddin
   of Poetry (Veterinery Asst.)

2. English Tanslation of Poetry : Prof. P.V.Shastri

3. Hindi Script : Mr. Aziz-ul-Hasan.
   Not the Translation (Also known as Aziz Bharti)

4. Urdu Calligraphy : Mr. Salam Khushnavees.

*Faizul Hasan Khayal*

# I ACKNOWLEDGE


*I express my heartfelt thanks to my friend intellectuals and critics who have spared their pen for contributing scholarly articles concerning the publication of 4th fresh collection of my poetry along with its translation in 3 (three) more languages.*

I am specially obliged to:-

1. Dr. Raj Bahadur Goud.
2. Prof. Mughni Tabbasum, (Retd) Ex-Head, Department of Urdu, Osmania University.
3. Prof. Yousuf Sarmast, Dept. of Urdu, Osmania University.
4. Dr. Rahmat Yousuf Zai, Dept. of Urdu, Central University of Hyderabad.
5. Dr. Md. Anwaruddin, Head Department of Urdu, Central University of Hyderabad.
6. Miss Tabassum Ara Begum, M.A. (Osm.).) Research Scholar.

For articles in English to:

1. Prof. P.V.Shastry.
2. Dr. Sadiq Naqvi, Dept. of History, Osmania University.

For articles in Hindi and Telugu:

1. Prof. Mohan Singh, Head, Department of Hindi, Osmania University.
2. Prof. Gopi, Head, Department of Telugu, Osmania University.

This will be ungratefulness if I don't offer my cordial thanks to my friend Mr. Najam-Al-Ghazi (Free-lance Journalist, whose scholastics are not new), who wrote the preface of my book " Quand-e-Hind " and obliged. I would like to recall here that it was Mr. Ghazi who met over 11 years back and suggested me to publish my collection in this manner.

My Struggle is spread over 11 years (which is no doubt considerably a longer period) during which I had to face so many practical difficulties and moral hin-drances. I am from within, grateful to Allah the Al-mighty, that I have finally succeeded in my efforts and this challenging task of collection and publication of poems, the only one of its kind as yet, in four different languages is now in your hands.

I do hope encouragement from all corners.

*(FAIZUL HASSAN KHAYAL).*

# SWEET INDIA

*Thou hast converted even mead-halls into halls of agony.*
*But we hath decided To decor and adorn even desert lands*

The words above vouch-safe Mr. Faizul Hasan Khyal's intense passion and emotion. The wicked who destroy all (humanitarian considerations) human values are now trying to enforce their nawrow and crafty ideas on mead halls. But notice Mr.Faizul Hanssan's broad-based and deep-rooted idea of brotherhood. If Mr. Faizul Hassan Khayal has decided to adorn even deserts, one can easily understand how gre is his comprehension, patience, warmth and love.

Ghazal is a composition full of essence of beauty. It is a poem in order, exacting immense efforts and delightful. Gazal writing has become as popular as farming. Popular as it is, it is written and being enjoyed from times immemorial. Though it has its origin in Iran, Gazal is come to be sung at almost every place,by every one in this our land.

At one time this form of poetry (Ghazal) was exclusively used to describe lover's beauty. It was either a panegyrie an admiration of lover's physical slature or an expression of the lover's frettings and fumings, their deceptive and fraudual ant nature or a criticism of the rivals.

But later on attempts were made to widen its scope and make it more systematic. This form of poetry, the Ghazal advanced a step forward in the field of poetry in fostering unity and in kindling the idea of oneness among Indians during the struggle for freedom. Several poems caome into being inspiring everyone to fight to to free their motherland from the fetters of foreign yoke. It was at this juncture, Ghazal too, breaking the cardon, and instead of confining themselves to the world of lovers and their amorous play, started embracing the entire mankind and have given ample proof of their inherent capacity to be used as effective media of expression in solving not only

the varied problems of mankind but also assuring its weel-being.

This new approach of Ghazal has won for it the admiration of the people and has enhanced it's charm. Thus the Ghazal moulded itself into a beautiful and powerful form.

Fresh problems crop up with the passage of time, and usually novel devices are evolved and employed to solve them. The problems are solved; sometimes by employing methods in a new way too.

Mr. Khyal says

*It is not known by which name you are to be called.*

*"There are flowers in thy glances and stones in hands"*

Different readers interpret this statement in their own different ways. Perhaps that could be a description of nature by his love or of a bosom friend holding a stone in hand. He had been his friend till yesterday. But today he is a changed man a friend with a stone in hand. He may be the country's head or a justice. To make the best use of to solve his own schemes and moves he may have flowers in glances, stones in hands. The flowers are his exterior, stones his interior. That means he has a beautiful exterior with an ugly interior. The flowers in looks and stones in hands indicate this.

This is the new style that Ghazal assumes and Mr. Faizul Hassan Khayal has caught this new method of Ghazal.

"Sweet India" is Mr. Faizul Hassan' s fourth collection of poems, While the earlier three collections are publised onely in undu, Mr. Faizul Hassan Khyal presents the fourth collection of poems in English and Telugu be sides Urdu for the people of Andhra with a valuable message. This is his maiden attempt in this direction.

Perhaps Mr. Faizul Hassan Khyal follows a seven year plan in hiswritings. His first collection of poems was published in 1965 under the title "Wind Waves (Mauje Saba). His second

in 1972 under the title "The Moring Sun (Subhaka Suraj) and third in 1979 under the title "The Glass City" (Kanch ka shaher.) Now he is presenting his fourth collection under the title"Sweet India' (Khand-e-Hind). In this there are 3 Hymns 34 Ghazals and two poems.

Mr. Faizul Hassan is originally a Ghazal writer, rendering them in a sweet and pleasaent manner. He is prominent among post-freedom Hyderabad writers. His Ghazals in this collection stand eloquent of vicissitudes through which the country passed during 1992-93. The concluding lines of each Ghazal disuss the tragic events. Flames around, present day chaos-cities set on fire- one after the other - when one ponders over all this, one sees an evil hand behind all this - a hand stealthily enjoying happiness, comfort and luxury. Having been all this vandalism, Mr. Faizul Hassan is so touched that gives vent to his heavy feelings in an admirable way. He is shocked to see in a Doctor, a murderer, he is shocked to see in him a justice. When a doctor and a justice are murderers themselves, Mr. Faizul Hassan questions himself as to whom he should go for redressal of his grievances. This is not just his agony but the agony of hundreds and thousands. There is light, bright light, dazzling light - a sysmbol of hope and bright Future. Is it the light of the sun, bulbs or flames? If on flames whose house it could be? It is the result of spite, malice, jealousy, hatred. He opines that such acts of inhuman curelty bring woe to both the rival groups. Some derive pleasure indulging in such narrow acts - such people, either in the name of Mosque or temple instigate the innocent, create panic and amass dishonest money-break peace into pieces. There are many poems which describe such events. Mr. Hassan remaining unagitated and living on hope tries to expose the hypocratic and hypocrisy. He strikes a note of warning to all to guard the society against the havoc caused by the unsocial elements. Mr. Faizul Hassan Khayal is a great patriot a lover of manking - and his poems speak volumes of this.

**Dr. RAJ BAHADUR GOWD**

**12-4-1995**

# KHYAL - THE POET WITH CONVICTIONS

**Dr. Sadiq Naqvi**
M.A. M.Phil, Ph.D.,
Department of History,
Osmania University,
Hyderabad A.P.

If a poet needs to be a man with sensative heart and creative intelligence, who knows khyal since last three decades, will like to confirm that he has these traits. What is rather good of khyal is his devotion to his art. He is a poet, in and out. It is not possible to extract his poetry from his personality.

It may be that because of this, he is always alive to what happens around him. Any incident, which occurs to destroy the culture, tradition or the spirit of tolerance, makes him use his poetry as a weapon to fight, but it also makes him a messenger of human values over which the culture more so of Hyderabad is established. You will find a number of stanzas in his poetry exhibiting it. To quote a few from among them I have selected the following:-

"Those who rouse bonfires, even in flower Orchard;

How Mute have they become those of this age"

"Quite mysterious, where those who kindle new hate often Hath corneded themselves in this city"

"Your culture and reforms might bring about your own end; Those who can afford will erect their own nests "

in another poem he writes ;

"What breath has undertaken the protection of our age?

'Tis the hustle and bustle of passers by around ;

It is only with the pre-occupation of thy thought blosom thousands of roses;

Who else is there but you to sing full-throated;

Yet another poem starts with these lines;

"Whom wilt you ask for justice for your murder"

The Justice hath stationed himself at the assassin's lodget,

"'Tis when blood oozes on the earth and When hands become stained

We have to decide then and there"

But it is not only the darker part of the Picture which his poetry reflects, but he often gives a message

pointing out the ways and means, through which these forces can be destroyed. In one of his poems he writes:

"Comrades, come out of your respective houses and see
He, at whose door steps, there is light, is fear stricken;
Friends don't crowd round us as destitutes and ill-fated;
There are many griefless bowels with our hermits;"

In another poem he wirtes:

"I am consumed but your city is glowing with lights"
"What is burning is not the lights but the passionate heart"

KHYAL is a Urdu poet, born and brought up amids the traditions and culture of the historic part of the Hyderabad city. Like many other poets of this part, he too values the love over and above all the values. The love for him is the boundage of the human hearts over which the culture of the City is formed. His poetry richly reflects this. In one of his poems he writes;

"I'm aware of the norms of love
That is I lay my hands on it beyond bounds'
I shall be burnt to ashes ;
Multitudes of people have taught principles of love"
"But the exquisits nector line utterances of thine shalt he my armour"

I can quote any number of lines, but I am afraid that my paper may change into a lengthy essay, which will be a burden over a reader, who would like to read the poetry himself and form his own ideas;

But before I end this short study I would like to mention that what you are reading is the translation.

The translation that too of Urdu poetry into English is a difficult task., The two are the representatives of two entirely different cultures and environments. The diction, symbols, values and even the meters of Urdu Poetry is totally different from that of English.

Then there is the problem of languages. The translator has to have complete command over both the languages. He should have ability to read through the words and symbols, the thought and the imagination of the poet.

I would like to congratulate Mr. P.V. Sastry, who did this job so very well. Often it looks as if it is not a translation, but the poet has written it originally in English

It is also to be noted that it is the first time that the poetry of an urdu poet is being published in four languages. Urdu, English, Hindi and Telugu.

I would like to congratulate khyal for this and hope that his book will be well recived in literary world.

**Dr. Sadiq Navi**
**27-3-1995**

1

# A WORD OF PRAISE

Mr. Faizul Hasan, who writes under the pen name Khyal is well know to the people in and outside Hyderabad as a creative poet. He is a man of convictions and sweet, sonorous verses bear ample testimony to this fact. What ails the poet is the present state of society. He laments the loss of values.

Mr. Faizul Hasan is a poet with guts. In that he comes out lashing at everything that degenerates mankind. He commends what is right and good and just, and condemns what is wrong, bad and unjust. This he dçes sans reservation.

His axe falls on intolerance, immodesty, irrespon sibility, indecency, indifference, apathy, acts of violence, merciless slaughter of fellow human-baings, spite, malice, averiee, ill-will, envy, lust for power, position and pelf. He mourns the loss of truth, beauty and goodness (Satyam, Sivam and Sundaram) honesty, sincerity, integrity, fidelity, generosity, faith, tolerance, simplicity and adjustability.

His verses also reveal his concern for his fellow human-beings. His compassion, compunction, commiseration, consideration, love, affection for the poor and down-trodden are all clearly reflected in his poety. He is a poet of harmony. He believes that distinctions based on caste, colour, community, religion will only lead to extinction of mankind. Hence he has been endeavorring for the past three decades to enlighten people about the disastrous consequences of disintgration and demoralization. It must be said to his credit that he has succeeded in making the people realise the threat being posed by divisive and disruptive forces.

Mr. Faizul Hasan is a secular and religious poet. His great love for mankind and his unshaken fatith in God reveal his secular and religious spirit respectively. He is a satirist and there is irony in almost every line. The lines "Great me a heart that seldom leave thy state where Allah is present in every breth" The line "Hope the chanting of thy name will rule every heart reveal the poet's deep faith in Allah.

The line's when I emerge as the blazing mirror on thy scene I shall bestow on every new heart, the radiance of the new go to show his high ideal in life.

The lines' Those who rouse bonfires in flower ordhard Roses thou hast distributed till yesterday But hath received in turn pikes to wear."

The lines' 'Tisman who bullies man and is bullied in turn

The lines' All hath perceived my cheful countenance But how many have seen the innermost of my heat speak volumes of the man behind them.

His poetry is the spontaneous overflow of emotions, recollected in tranquility.

His poetry is the spontaneous overflow of emotions, recollected in tranquiliyt.

An attempt has been made for the first time to translate his poetry into English language. Hope the readers will bear with it since it is amaiden attempt.

It is earnestly hpped that Sri Faizul Hassan's poetry which is thought provoking will bring about the desired change in the attitudes of people and pave way for lasting peace and peaceful co-existence.

May Allah grant him long life, health, peace, prosperity and strenth to serve the cause of numanity to the best of his ability. May He crown all his efforts with success.

**(P.V.SASTRY)**

# FOREWORD

There are innumerable instances in the history of literature that magnum opus of different kinds become rare, scant and even extinct due to upheavals and variations.

Several cultures and civilizations emerged and vanished alongwith the rise and fall of languages but their vestige still remains. It is a fact that whenever association and transformation of terminology, words and phrases of a language into the other got stagnant, then these languages lose their popularity in populace.

Urdu is credited to be the most popular language due to its temperament of tolerance, elegance and endurance.

Looking towards the journey scanning the evolutionary process of urdu prose, poetry, literary criticism, research and reviews, even today it is justified to claim without any predilectia and prejudice that urdu has reached and achieved the heights and goals of popularity which it deserved for. It is right to express too that urdu culture, prose and poetry with its spring and stream are not withered as yet. On the contrary, urdu has contributed immensely a lot towards enriching the other Indian languages, even after the partition of India. In the multilingual context of the modern India, the role of urdu can not be neglected and denied as a language of common media converging members of different languages towards unity and oneness.

Apart from the scripts, urdu and Hindi both sound similar and have same grammatical structure; it is also a distinction that they have common literary and cultural values accepted by one and all and this can be considered as a jewel of Indian linguistic and literary treasure.

Consequently it is really needed to promote positively, the racial and linguistic relations of Indians, that too, with pride and sense of patriotism and for this

purpose, it is required to translate the literature of various Indian language into one another and to use it as effective measure to bridge the racial, religious and linguistic gaps with love and affection and thus induce the true sense of national integration.

Keeping this object of friendliness & cooperation in mind, Mr. Faizul Hasan khayal has decided to come out with the collection of urdu poetry Qand-e-Hind with translation of it into English and Telugu including its transcription in Hindi. According to a couplet of Mr. Khayal that

"Mujhse Kya puchteho Dosto Rudad-e-Chama
Haal gulshan ka mere ashake-rawan kahte hain"
(what do you ask me about the details of the garden my flowing tears will declare the condition of it.

India today is passing through such a linguistic intolerance that it requires renaissance rearrangement and reorganisation of the legendary Indian National unity and this is a real question mark for us all.

This first and foremost effort of Khayal has to be admired by all and in other words it is a direct challenge and a blow to the demon of linguistic intolerance hovering over India.

It is quite justifible to add here that endeavours of Mr. Khayal, the poet, may be considered as a dawn of the new sun which is about to rise in order to inspire and encourage the understanding and realization, very need of the day, that is to preach of linguistic tolerance. Infact the revival of homophoney and human fraternity in India depends upon the response on the Khayal's attempts and efforts.

Perhaps this the first occasion that a book consisting of the collection of poetry has been published in four, different languages all at once.

I do hope that our poets, writers, literary critics and intellectuals will definitely appreciate this publication.

Najm Al Ghazi

# SONGS ENCOMIUM

Thou art flower fragrance and Thou art Yourself the Orchard Sweet
Thou art Wrathful, justice and Treasure house of compassion
Thou art the beginning, middle and end, Thou being Omni-Present
Thou art the Lord not only here but also there Thou art omniscient

There dwelleth in all the World's Your kindness and Compassion
Trust in Thee, to every one, is his reliance
Thou art the Lord, Master and Means, Thou art yourself the repport
To the Seven Worlds Seven Seas and Seven Skies;

Thou art manifest in every particle and atom
Of the World of Mountains, thick woods, deserts and Heavens;
Man is the highest of all creation
O' God enlighten me why I ever sing Thy Praise

How to lead a life of happiness and peace
Sans succumbing to its ups and downs
Grant us a heart that Seldom leaves Thy state
Where ALLAH is present in every breath

# Nat-e-Sharif

He on whom Thy gracious looks rest
Him follows Allah and he deserveth Heaven

Let our life's Standards be these for ever
With Love and affectionfor Mohammed Mustafa Sallal Lahu Aliahi Wasallam.

This is God's Grace we have His kindly looks wielding on us:
But for this, it would have been hard to survive here

Our earnest appeal to the World's highest Authority is this All
To grant us the good fortune of His Vision atleast in our wishes

Suffice it to chant the name of sarkar
Where human efforts prove invain

Enough is Thy brows gesture, in swimming across the Sea of Life;
Cast Thy look for once Thither O' Thous perfect man

'Tis certain, the heart that is fortunate enough to chant the Prophet's Nam
Will rise to be the supreme of all mankind

Chanting of Thy name is the only way of atonement of all my sins
O' Divine transform this wreath of Hymns into a great Writing;

Hope the chanting of Thy name will rule every heart
O' Lord hope this Good fortune become our throat's full cry;

When I emerge as the blazing mirror on Thy scene
I shalt bestow on every new heart the radiance of new lights

Breaking asunder the gloomy hearts,
I shall lead them on to the lofty path

Shalt sprinkle smiles on the Countenances of inarticulate hearts
Papers art there in violet hue with letters as bold as palm-fruit

But how long shall I remain obscure in this City
Time is only a moment's bliss

But I shall present to Thine unchanging eyes
a Garland of pleasant dreams

The niceties of Thy arms have settled down in my Magic bowel
Wherever I set my foot, shall I prove to be princely Son

I'm aware of the norms of love
That if I lay my hands on it beyond bounds I shall be burnt to ashes

Multitudes of people have taught principles of love
But the exquisite nectar line Utterances of Thine Shalt be my armour.

Whenever the impact of best of the desert is felt
Shall I rest on Thy densely bowered shaded cot

Those who rouse bonfires even in flower Orchard
How Mute have they become those of this age

Quite mysterious, where those who kindle new hate often
Hath cornered themselves in this city

Your culture and reform might bring about your own end
Those who can afford willerect their own nests

There are neither stormy hearts, nor those who hurl stones
Perchance'tis the impact of time, those of this age hath turned stony

Sprang into being many orbits of the Sun with the spread of melancholy rays
And strangely enough many adoring the deserts hath been turned into Suns

Declaring themselves as deliverers from sorrow
Those who failed to understand my sorrow

Those who could kindle unextinguishable flames even in Water
Hath entered the fierce forests to console me

Khayal, one must wear the crown of the spirit of time
Otherwise, will thses philanthropists scale on heads to ride rough shop;

There was in your Orbs Sea of running tears
But in ours an intenser fierce storm

Fragrance emerging out of rose Orchards in every atom of Thine
Sights catering pictures que scenes in every look

Delights were with me of every season
But the agonies of your sweet recollections were quite in proportion tomy mite

Thy too wert passers by with me
Pointing out at the senes of destination

Hath obtained at every place gifts of Hostilities
Your infatuation being testimony of your fondness

Whit the advent of moonlight celebrations were on their way
Every where in the flower garden filled with your sweet Memories

We wert being hurt even by petals
There wert neither mirrors nor stones in Thy hand

But Your life's spirit absorbed in my breath
Every moment much dearer than life itself

Where the traveller hath committed murder is mysterious KHAYAL
Strangely enough there wert neither travellers nor guides

Time is fleeing for every beam of light
Life is raising a hue and cry for debate

Moonlight is seen resting on the flower bad with a broken heart
As refugees yearning for their homeland

The limits of the enlightened confine to earth and heaven
Gallows being objects of Osculation to the mad, as love to the lunatics

Walks are Benares Mornings, the standing Tajmahal
As if the rest belong to Deccan

Tho' there are Sundials at every step
Time is starving for every ray of light

My heart I hath transformed into astanding mirror
For holding each of your furtive looks

Roses Thou hast distributed till yesterday, KHAYAL,
But hath received in pikes to wear.

All hath perceived my cheerful countenance
But how many hath peeped the Innermost of my heart

One who does not feel the bonds of your affection
Wilt remain single wherever he goes

Why do you feel sorry when matter are discussed
About which you do not know

Till such time light does not shine in your mind
Whatever you do does not help glow your mind

Perhaps all are in a State of deep Slumber
Who is going to awaken them from such a State of Drowse?

He, whom, we helpless thought our Saviour
Mighty be dwelling in your City unknown

Look at your starlike Tearful drops, KHAYAL
'Tis in a moment or two the entire dias with glow

I shalt make Thy name heard whatsoever Season it may be
I shalt even sacrifice Honour and life to obtain Thee

Scribe on my brow what is my lot
I shalt get it scribed by Thee alone

Lovely letters and meadlines art Thy robes
I shalt sing to others the accounts of your aroma

He who walks your way with his head high
I shall strew your path with the carpets of my eyes

To whom shall I report and who wilt heed
My hands I shall fold like a mirror

Why bickerings with me in affairs of your kith and kin
I shalt extend my hand of friendship even to foes

Whom wilt you ask for justice for your murder
The justice hath stationed himself at the assassin's lodge

'Tis when blood oozes on to the earth And when hands become stained
We've to decide then and there

It looks as though the breathing of buds hath stopped
But where hath ceased the spirit that transforms buds into flowers

All are witnessing the cheerful countenances
But who is watching what is happening to us?

Every one at every place is searching
But He is moving with us beguiling our eyes

He who hath granted smiles to Thousands of flowers
Is himself waiting now for their smiles

All are sitting with their faces in their knees
And the age is carrying on itself:

The Universe calls the assassin the life giver
But is it possible to call light, darkness

Stones are hurled from all sides in the Seminars today
Whom shalt we brand as sane and whom unsane

What type of civilisation is this? humiliating your own kith and kin?
'Tis not the Orchard of flowers but the frontis of sweet recollections

The silence of Flowers, the stillness of dawn, but the wood cautions
To call the bright Seas as the assemblage of darkness

They are not mead-halls but slaughter houses
Where are fanned incidents of flames

People enquire about circumstances KHAYAL
Your ferocious facial expressions can't be contours of each face:

Acts of Sacrifices at altars and acts of reform
Of non-pacifists, quarrelsome - people and those who thrive on quarrels

Wilt change into acts of kindness mercy, pity and generosity
'Tis everywhere our events and our tales

New events have been happening
Since ferocities have been abandoned and since the ferocious hath abandoned their sojourns

Life is skipping all by itself in the flower garden
Only God knows the shape of things to come

Who this could be, dressed as a novel guide
Novel events hath started happening almost every day

The path taken recourse to the Long unfulfilled goal
Unthinkable are the diverse forms of your dear ones

I'm scribing His Accounts, KHAYAL,
Whose kindly looks grant life's transmissions?

Solitariness and travel through deserts hath been my lot
There is no body, no new course I am not aware of

Reverberating in all directions your delicious tone
Surging like foam hath been stirring charm

The True nature of many hath come to light
Friends thanks for arranging a fine Seminar

In that those who chant your name as auto-suggestion
Are blasting your foot-prints

Some in the name of Temple and Mosque
Are paving way for inhuman cruelty

The time is out of joint, but it will soon change
O' Destroyer the time hath come for accusations

When wilt good days come to us
When wilt Thou transmit Thy gracious looks

This is what my mind's eye is questioning, KHAYAL
Who hath obtained to pride of place in the show of knowledge

See how bunteous is my friend's sympathy for me
See how my rivals always discuss me

Those who hath endangered the dignity of classics and Seminars
Art now ruling the hearts

I am still theirs living as I am away
See how they are going to redeem me

Only the brilliance, your love and affection remain
But friends have blown them off too

See how many fit are standing in Queue behind the unfit
Notice the ways in which the inarticulate have come to rule Kingdom

The deserving at the bottom and the undeserving at the top
How sweet is the account of the crafty

Drawning in the Sea of sorrow, But see how
MIrth is musing on our lips

It is not in my nature to dream
My stories are stories of awakening

Why has moonlight confined itself to one Orchard
See how the Story of deserts hath spread far and wide

At this smiled many smiles my hearts accout, KHAYAL
There were showers of tears raining in his orbs too

See how bunteous is my friend's sympathy for me
See how my rivals always discuss me

Those who hath endangered the dignity of classics and Seminars
Art now ruling the hearts

I am still theirs living as I am away
See how they are going to redeem me

Only the brilliance, your love and affection remain
But friends have blown them off too

See how many fit are standing in Queue behind the unfit
Notice the ways in which the inarticulate have come to rule Kingdom

The deserving at the bottom and the undeserving at the top
How sweet is the account of the crafty

Drawning in the Sea of sorrow, But see how
MIrth is musing on our lips

It is not in my nature to dream
My stories are stories of awakening

Why has moonlight confined itself to one Orchard
See how the Story of deserts hath spread far and wide

At this smiled many smiles my hearts accout, KHAYAL
There were showers of tears raining in his orbs too

Poetry is not a dream of life's pleasantries
Recite Poetry, for Poetry is not remote from Youth

Whence Thou acquireth the niceties, pleasantries and comforts,
Lights, the good results of revolutions will not twinkle in your City

This morning is yours, Yours is the evening,
No dream, without you, My dream

Has nothing to do with you
How much time hath elapsed since your minds were left without good dreams

These distances are indications of Your Love and affection
Its not your unrelated behaviour responsible for your outbursts on us

The paucity of the Association of Good is strikingly seen
That's why people have become unmindful and less passionate of others
well-being

KHAYAL, peruse the leaves of heart with thoughtful consideration
This is Poetry, a true reflection of real images, not fiction

A portion of flames kindled in towns hath now reached my hamlets
The forces of time have surrounded even innocent hearte

The races run to remove mosques
Hath led to renewed attacks on humanity

I have in a nice way created lotuses as tokens of your Memory
The tides of the deep trickled down my eyes with great affection

Thus hast converted  even mead-halls into slaughter houses
But we hath decided to adorn even deserts;

Life is spurious mirror, well versed in Parading
Matchless in fabricating stories of every truth

Their hands will be severed, KHAYAL, in the age
Of those who hath vowed to preserve truth
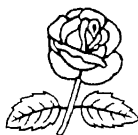
Let Serene be your gracious looks, I have nothing short
No question of geting afflicted with love

I can't give thought to any one
None but you are in my thought centre

The higher one goes the greater will be his fortune
When wings are secure, Why wilt there be misfortune

Enlist us too among the refugees
such power is not there even in the most powerful of rulers

All the gleams of the City are centred in my eyes
But the privilege of having your vision does not seem to be there in the
near futur

Perhaps Thou hast taken me for a Seasonal mad Cap
May be for this reason he is free from the rulings of Seasons

I've a strong desire and affection to see you
But repentance, holding a mirror in her arm hath staggfered very much

Along with him be new devices Charms or fetters,
He who hath in his buntiful bowel both fair and foul means

Thy know not what is heart's agony
A betrayer he hath become setting on fire my nest

Comrades, come out your respective houses and see
He, at whose door steps there is Light, is fear stricken

Friends, don't crowd round us as destitutes and ill-fated
There are many griefless bowels with our hermits

Tell me, KHAYAL where such maniacs wilt be available
who hath in them feelings that kindle a sense of beauty of the woods

Those whom I hath trusted mine own
Indeed they were first to bite like a serpent

On the very first day of spring's advent
The entir wood was burnt to ashes

I hath ne'er extended arms for alms
For, it is on Thy pity and Sympathy I hath relied

There is no place where I hath not turned my eyes inquest of you
Hath see you almost everywhere

All the delights, like a vagabond, hath been searching for me
How much hath The transformed me with Thy undaunted heart

KHAYAL, Thou hast been till yesterday in the Association of spring
Well who is the guide and who is destroyer of wood

'Tis raining stones in the City of Glass Hourses,
The murderous flag is fluttering in the lanes of City

Thou hast weeded out many a troubled heart
The hunt of the troubled heat is on in the name of comforting them

Some lamps are just flickering
The light of the burning lamps in darkness is only a solace

I'm consumed but Your city is burning with lights,
What is burning is not the lights but the passionate heart?

'Tis with rejoicing hath life been spent at last
But the trail of traditional sorrow has left remains even today

There are in the meadhall bare armed-lovers
Perhaps it is unquenchable rainy season today in the City.

The affairs of foes are uppermost than that of yours
The treacheries of friends every second are like snakes twisting roundnecks

Pondering am I what name to call you with
Flowers in looks, weapons in armsM

Hath met many with agitated hearts
He who is out to find fault with others is the meanest of the mean

Jackals have forgotten his mornings proceedings
Lord, he in whose countenance bloom beam's of light

On Visualising the spell of your mysterious vision
Only, his blessed hand will break the spine of mobs

Till today hath been seen the antique ways infront of Thy doorstep
The Tiny waves of cheer hearald the advent of moonlight

I do not now need any kind of glass,
For in every mirror beam your own images

From the Moment the tormented City hath secured succor KHAYAL,
The Conditions and circumstances leading to the City's enhancement of beauty have improved.

Thou wilt be in every body's view as the Seasons be
Your strong hold wilt have the actual reality of dawn

Every body's view will be in genuine light
Who knows the spurious dawn's glitterings

Admirers are aware of their pals' attitude
For that reason they dwell sometimes in heart and other times in one's looks

We shall conduct mornings celebrations and festivities
The incense of your Physique blooming in the dawn's gentle breeze

Piercing life's attacks, not whilrlwinds
He, whose looks art on the wounds of the broken hearts of Artists

Distances as far as ages
His eyes are every moment on your routes

The trait of a passerby is his identification
Resting like a madman watching your courses

His Joys hath ceased on his lips, KHAYAL
But my stones have attracted the attention of Public Life.

I don't know why this moment is making me mount the gallows
I don't know why the dust is tossing me about like particles of dust

With what great keen eye he must have seen me
In those deep depths he hath drowned me

Whose nights have I adorned
The day hath scorched and starved me like the burning lights

The Veils must be removed to descern the realities
The realities behind the masks must be brought into Light

The hidden life's message in the rays of the morning Sun
The Hot Noon rays have scorched me

Whose music will rouse humanity
With that cadence will I club mine

Join me in diffusing smiles, KHAYAL
I must heal the wounds of solitude;

Imperceptible is the loves unseen is the agony of ours
locked in looks beauteous is the life of ours

Today's modern man having abandoned his accepted path
Has lost his convictions and faiths

Has reached a stage when he is unable to lift his arms
And has let slip his natural way of offering Prayers

Distances have come to be considered more enchanting than close relations

We shall now see the hostilities of heaven

Some change their courses due to seasonal impacts
But, we have not yielded, and chnaged either our courses or goals due to curcumstances

Apprise the winds that raise storms
That nests afresh are being built again and again

New lights and new Scents seen every moment
It is our welt wishers who are hidening in darkness

It is only when the real nature of friends comes to light
Then is revealed who our welt wishers are

The moment the protraits of friends hath been withdrawn
KHAYAL, Time hath started admiring me.

Revered, Honourable Supreme Leader of India
New President of our Indian Republic :
**Shri Shankerdayal Sharmajee.**

Thou art Leader Supreme of our Country

Thou art for Love and affection a looking glass

Thou art for compassion and comradeship a standing mirror

Thou art for all times and spheres a source of confidence

Morality, Integrity, love and affection being

Your every day tidings:

Our beloved Leader shri P.V.Narasimha Rao, prime Minister of India (A Mirror holding out, India's prime Minister's real Image, exemplary behaviour and his soft utterances).

It is raining flowers

At P.V.Narasimha Rao's Doorstep.

Each stem and each branch filled with aroma

Ambrosia oozing out of each leaf;

Your opponents

Pear stricken hath put on the veils of

Shyness watching the situation

When thou profusely garlanded will step in

Here on this land

Diffusing love and affection

Life's elixir with rain

And the gate of love will gleam on earth

In the cooldreamland

Thou and we shall instal

The pale moonlight God

Watch, Watch, what is instore Every moment

The floral rain ever smiling.

## Hon'ble Chief Minister, Andhra Pradesh
## Shri N.T. Rama Rao

# A FLORAL TRIBUTE

Adorn Deccan Plateau N.T. Rama Rao
Save Telugu Talli N.T. Rama Rao

See that no wild passions originate in any body's heart
Let not the nefarious activities of the wicked be allowed to be on spree

Thou a hast not, like others extended Thy arms for alms in the Assembly Elections
Thou hast Sung the dowry song 'The glory of our Country' for the Lok Sabha Election Campaign

The Election reflecting comradeship, love affection and Country's Prosperity;
Thou hast endeared Thyself to every heart with Thy new dynamism

Cleanse environmental pollution and beautify the City
Do Thy best to wipe off distinctions of high and low

Hoist, raise high and higher the flag of humanism
And build in every core the nest of love of and affection

Proceed exhort meticulously, N.T. Rama Rao
Our Words, our songs art love bouque for you
Bloom like buds and laugh like flowers. N.T. Rama Rao.

# HEARTY GREETINGS TO D.G.P. SRI M.S. Raju

O' thou great benefactor M.S. Raju this highest office is for thee

O' thou benevolent M.S. Raju this holy and mirror like position is for thee

No more wilt darkness and gloom their sway continue on this planet bright

No more dacoits and vandals their sway continue on this planet bright

No more dacoits and vandals thrive using gestures of eyes

The reins of light art now in thy grip O' dazzling M.S. Raju

And on no festive and merry ocasions wilt houses and property burn.

assasins and monsters in human form wilt henceforth wear veils of blush

And nocturnal huntsmen peruse thy countenance

If during thieperiod any. untoward things happen

The wicked and ignominous wilt munch their own waters

This imperative for those who dwell in woods

To abide by every peason and timely help expresing gratitude

Thou art here O' Raju the time, the most reliable torch bearer of time

Buc hark ' some always tie in wait to create panic and rouse tidos of alarm

The siron of curfew will not blow henceforth during they heign of safety and security

The very name be a terror and rock the hearts of hearless goonedas

A thousand blessings and good wishes to the high office thou hiddeth now

Thy name carved in letters gold wilt go down in Deccan history forever to glow and glow

Hope thou wilt with all thy light
Beautify and cheer the night
Drive Way fears, fancies and gloor
and maks life here, with peace and happiness loom and bloom

I've come within the reach of foot-prints thou hast shown

I've got almost to the cmpass that taught the universe civilisation

But 'tis with pity I notice the sad-plight of the city once encircled by rising flames of fire,

How transformed it is in the new civilization

He, the author or murders, is now the justice Murders and countless murders, relentless, routine and all pervading

The murderer is both doctor and justice

What to talk of municapal administration O' comrade

What to talk of the gra ve justice done to the innocent O' comarade

With swords hanging on top of heads, flames underneath the feet, and hot winds

Where hath we to go for the small tender smiles ?